

## بسم اللہ کے بغیر وضو

عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا وَضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَالِدَارِمِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ أَبِيهِ وَزَادَ وَفِي أَوَّلِهِ لَا صَلَوةَ لِمَنْ لَا وَضُوءَ لَهُ .

”حضرت سعید بن زید فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص (وضوء کے شروع) میں اللہ کا نام نہ لے اس کا وضو نہیں۔ [ترمذی ابن ماجہ] لیکن احمد اور ابو داؤد نے ابو ہریرہ سے روایت کیا اور دارمی نے ابو سعید خدری سے وہ اپنے باپ سے۔“  
اور اس سے پہلے فرمایا جس کا وضو نہیں اس کی نماز نہیں۔

فائدہ: اس باب میں کچھ حدیثیں حسن ہیں اور کچھ صحیح جو صحیح ہیں وہ صریح نہیں ہیں اور جو صریح ہیں وہ حسن ہیں۔ بہر حال بسم اللہ پڑھنے کا اصل ضرور موجود ہے۔ امام احمد اس کے وجوب کے قائل ہیں اور باقی ائمہ مثلاً بسم اللہ پڑھنے کو سنت کہتے ہیں۔ اگر بالفرض یہ حدیثیں نہ بھی ہوتیں تو بھی اس کا سنت ہونا ثابت ہوتا کیوں کہ آنحضرت ہر اچھے کام کو بسم اللہ سے شروع کرتے اور فرماتے جس کام کو بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے اس میں برکت نہیں ہوتی۔

## زبان کی حفاظت قرآن کی روشنی میں

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝﴾ [المؤمنون: ۱، ۲]  
 ”تحقیق ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں جو لغویات سے منہ موڑ لیتے ہیں۔“  
 لغو سے مراد ہر وہ کام اور بات ہے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔

﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝﴾ [الفرقان: ۷۲]  
 ”اور جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا تو شرافت سے گزر جاتے ہیں۔“

﴿مَا يَلْفُظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ ۝﴾ [ق: ۱۸]  
 ”(انسان) منہ سے کوئی لفظ نکال نہیں پاتا مگر یہ کہ اس کے پاس نگہبان تیار ہے۔“  
 ﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝﴾  
 ”جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت لگو بے شک کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے سوال کیا جائے گا۔“ [بنی اسرائیل: ۳۶]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا يَغْتَبُ بَعْضُكُم بَعْضًا يَجِبُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ ۝﴾ [الحجرات: ۱۲]

”اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ پس تم اس سے نفرت کرو گے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔“  
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾ [النور: ۲۴]  
 ”اس دن جب کہ ان کے مقابلے میں اُن کی زبانیں اور اُن کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔“  
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝﴾ [الهمزة: ۱]  
 ”بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کی جو عیب ٹٹولنے والا غیبت کرنے والا ہو۔“

[عبدالرحیم بلتستانی]

## فہرست

	❁	<b>جواہر پارے</b>	❁	بسم اللہ کے بغیر وضو	
	❁	<b>کلمہ طیبہ</b>	❁	زبان کی حفاظت قرآن کی روشنی میں	
2		<b>اداریہ</b>	❁	گزر تو جائے گی ترے بغیر بھی لیکن	(حافظ احمد شاکر)
4		<b>درس قرآن</b>	❁	تفسیر سورہ ق..... (۲۶)	(مولانا ارشد الحق اٹری)
6		<b>درس حدیث</b>	❁	توفیق الہاری	(حافظ محمد اشرف سعید)
9		<b>تحقیق و تنقید</b>	❁	قرآن کی حقانیت بائبل کا منہ بولتا ثبوت..... (۳)	(خادور رشید بٹ)
13		<b>تحقیق و تنقید</b>	❁	عقیدہ امامت..... (۳)	(حافظ عطاء الرحمن علوی)
17		<b>فکر و نظر</b>	❁	مرزا قادیانی مہدی موعود کیوں نہیں	(عطا محمد جموعہ)
19		<b>موعظت و عبرت</b>	❁	صنف نازک کا قتل	(قاری امیر احمد جھنگیل)
22		<b>یاد رفتگان</b>	❁	مولانا محمد علی جاناباڑ	(پروفیسر عبدالعظیم جاناباڑ)
25		<b>تحقیق و تنقید</b>	❁	یہ حکومت کی کسی ایجنسی کا کارنامہ تو نہیں؟	(محمد اسحاق بھٹی)
29		<b>مشاہیر نامہ</b>	❁	بنام مولانا عبدالغفار حسن	
		<b>شعر و ادب</b>	❁	حرص وہوس کا معرکہ	(راخ عرفانی)

## گزر تو جائے گی ترے بغیر بھی لیکن

راقم الحروف ہفتہ رفتہ میں ایک ذاتی صدمے سے دور چار ہو گیا جس نے خرمن حیات کو تہ وبالاً کر دیا یعنی میری اہلیہ ۷۰ سال کی عمر میں ایک طویل بیماری کاٹ کر انتقال کر گئیں۔

ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطى وکل عندہ باجل مسمى ..... انا للہ وانا الیہ راجعون .

مارچ ۲۰۰۸ میں مرحومہ پر دہنی طرف فالج کا حملہ ہوا تھا پھر وہ تقریباً سو دن تک غنودگی میں رہی، طویل علاج معالجے کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل سے وہ دوبارہ ہوش میں آ کر رو بہ صحت ہونے لگی۔ معمولی معذوری کے ساتھ اس کی صحت تقریباً بحال ہی ہو گئی تھی لیکن مرض کی طوالت اور عمر کے تقاضوں کی وجہ سے نقاہت بہت رہی تاہم حوائج ضروریہ کی ادائیگی مرحومہ خود ہی کرتی رہی۔ نومبر کے آخر میں نقاہت جب دوبارہ تیزی سے بڑھنے لگی تو معالجین کے مشورہ سے علاج معالجہ ہوتا رہا تا آنکہ ۱۰ جنوری ۲۰۱۱ء کی رات شدت نقاہت سے مرحومہ پر دوبارہ غنودگی طاری ہو گئی بعد میں گاہے گاہے بعض باتوں کا جواب بھی دیتی رہی۔ پہلے مرحلہ میں اس کو شیخ زاید ہسپتال پھر حسین میموریل ہسپتال اور آخر میں لاہور کے ملٹری ہسپتال میں داخل کر دیا گیا جہاں ۲۱ جنوری صبح کی نماز کے وقت اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

وما تدری نفس بای ارض تموت پڑھتے تو ہمیشہ رہے لیکن اس کا ادراک اس وقت ہوا جب اپنے من پر بیتی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

۱۹۴۰ء کے لگ بھگ ضلع امرتسر کے گاؤں بدھیشہ میں حکیم غلام نبی رحمہ اللہ کے گھر مرحومہ کی ولادت ہوئی۔ حکیم عبدالرحمن رحمہ اللہ..... جن کا مطب گوجراں والا میں گھنٹہ گھر کے نزدیک برتنوں والے بازار میں تھا..... اس کے اکلوتے بڑے بھائی تھے۔ مرحومہ نے اپنی والدہ مرحومہ سے سادہ قرآن اور مرحوم والد سے ترجمہ قرآن، گلستان، ابتدائی صرف و نحو اور مشکوٰۃ وغیرہ پڑھی تھیں۔ گھر میں چوں کہ قرآن حکیم کے درس و تدریس کا ماحول موجود تھا اس لیے اس نے بھی ہوش سنبھالتے ہی اپنی والدہ کے ساتھ ناظرہ قرآن حکیم کی تعلیم دینا بھی شروع کر دی اور ساتھ ہی ترجمہ قرآن پڑھانا شروع کر دیا۔ پھر چند سال کے وقفے سے مرحومہ نے کم و بیش ۱۹۷۲ء سے مسلسل پہلے گوجراں والا اور پھر لاہور میں باقاعدہ قرآن حکیم کے ترجمہ کی تعلیم شروع کر دی جو کم و بیش مرض الموت تک جاری رہی یعنی ایک یا دو مختصر وقفوں کے ساتھ کم و بیش پچاس سال تک اللہ کی یہ بندی قرآن حکیم کی تعلیم دینے میں مشغول رہی اور بلاشبہ بیسیوں نہیں سینکڑوں خواتین نے مرحومہ سے فیض پایا اور اتنے ہی خاندانوں کی ہدایت کا سبب بنی..... تقبل اللہ جہدہا وجعل سعیہا مشکوراً۔

اس کے ترجمہ قرآن پر عبور، اور نقاہت کی تائید حضرت العلامة حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ بھی فرماتے تھے۔ اور ان کی بچیوں نے بھی قرآن کا ترجمہ مرحومہ ہی سے پڑھا۔ گھر کی عام گفتگو میں بھی قرآن حکیم کا اس پر استحضار و انطباق غیر معمولی تھا۔ کم و بیش عائلی و خاندانی معاملات میں وہ قرآن کریم ہی سے استشہاد کرتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر عمل کا مقصد صرف اور صرف رضائے الہی ہوتا تھا اور یہی وہ جو ہر ہے جو

آج کل اہل دین کے ہاں خصوصاً ناپید ہوتا جا رہا ہے جو صرف زیاں نہیں بلکہ احساس زیاں جانے کے مترادف ہے۔

۱۸/۱۹ اپریل ۱۹۷۸ء کو میرا اس سے عقد ہوا تھا۔ تب سے اب تک اس کی سوچ اور عمل پر دین ہی غالب رہا۔ اس نے سارے گھر کی بہت نرم خوئی اور شفقت سے دینی و عملی تربیت کی۔ ہمارے ہاں آنے کے بعد مرحومہ سے سب سے پہلے قرآن مجید کا ترجمہ..... ۲ مرتبہ..... اور مشکوٰۃ شریف مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کی سب سے چھوٹی بیٹی خالہ صفیہ رحمہ اللہ نے بڑے شوق سے پڑھا جو عمر میں اگرچہ مرحومہ سے بہت بڑی تھیں لیکن اپنی استاذ کے لیے ان کا احترام قابل رشک تھا۔ پھر اس کے بعد پانچ پانچ چھ چھ عورتوں کی کلاس مرحومہ کے پاس ہمیشہ جاری رہی حتیٰ کہ ۲۰۰۸ء میں جب بیمار ہوئی تو اس وقت کی کلاس کا ترجمہ تقریباً انیسویں پارے تک پہنچ چکا تھا اس کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جب تھوڑی سی صحت عطا کی تو مرحومہ نے نہ صرف وہ قرآن مجید مکمل کر لیا بلکہ اس کے بعد..... بیماری کے باوجود..... ایک نئی جماعت کو بھی ترجمہ قرآن شروع کرا دیا۔ جو افسوس کہ چند پاروں تک ہی مرحومہ پڑھا سکیں۔

گزر تو جائے گی ترے بغیر بھی لیکن بڑی اداس بڑی سوگوار گزرے گی

ستمبر ۱۹۸۲ء سے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ پر فالج کا حملہ ہوا تھا اور یکم اکتوبر ۱۹۸۷ء کا انتقال ہوا۔ پانچ سال کا بہ طویل عرصہ حضرت والد رحمہ اللہ کی مرحومہ نے اس قدر خدمت کی کہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا رواں رواں مرحومہ پر خوش تھا اور میں اپنے علم و مشاہدے کی حد تک یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اس جہاں سے جاتے ہوئے اس سے راضی ہی گئے۔ ع یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

مزاج کے اعتبار سے مرحومہ پر دین کا علم اور اس پر عمل کا جذبہ غالب تھا گھر کی امور کی ادائیگی کے ساتھ نماز کا بروقت اہتمام، تمام مسنون رکعات کے ساتھ اہتمام، نماز کے مسنون اذکار، رات سوتے وقت سورہ سجدہ اور سورہ ملک کی ہمیشہ تلاوت، اشراق کا اہتمام کے علاوہ یا قرآن حکیم کی تلاوت اور تفاسیر قرآن کا مطالعہ اس کا معمول تھا۔ صالحہ، عابدہ، قائمۃ اللہ کی اس بندگی میں گپ شپ اور بے مقصد گفتگو کے لیے کوئی وقت نہ تھا۔ ہاتھ کی کھلی اور دل کی غنی تھی ہر ایک کے لیے سراپا خیر تھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ سے، اللہ تعالیٰ کی کتاب سے اور اللہ تعالیٰ کے گھر سے، رسول اللہ ﷺ کی ذات اور ان کی سنتوں سے ایسی محبت جو سب محبتوں پر غالب تھی۔ مشاہدے کے مطابق یہ ان چند خواتین میں سے تھی جو مردوں سے..... یعنی برقعے کے اندر ترچھی نگاہ یا زیدہ نگاہی سے بچتے ہوئے..... مکمل پردہ کرتی تھی اللہ تعالیٰ نے تین مرتبہ مرحومہ کو اپنے گھر کی زیارت نصیب فرمائی تھی۔ حالت احرام میں بھی چہرہ تو کھلا ہوتا تھا لیکن شرعی حدود کے مطابق پیشانی سے قدرے فاصلہ پر آنکھوں کے آگے پردہ ہوتا تھا یعنی اس کی آنکھیں نظر نہیں آتی تھیں۔ میرا اس سے ۳۲ سال ساتھ رہا۔ فرائض کی بجا آوری اور خدمت گزاری میں اس نے کبھی شکایت نہ ہونے دی۔ اب میرا گھر جہاں قال اللہ وقال الرسول کے زمزموں سے خالی ہو گیا وہاں میری سماعت محروم پیام اور چشم محروم جمال ہو گئی۔

جسے رونق ترے قدموں نے دے کر چھین لی رونق وہ لاکھ آباد ہو اس گھر کی ویرانی نہیں جاتی

دعا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے اعمال حسنہ قبول فرمائے، اس کے درجات بلند فرمائے، مہدین میں اس کو شامل فرمائے، اور علمین میں اس کو زمرہ شہداء و صادقین میں مقام عطاء فرمائے۔ اور اپنے فضل سے اس کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

# تفسیر سورہ ق

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

والا قریب سے ندا کرے گا، جو شخص جہاں کہیں ہوگا وہاں اسے اس منادی کی آواز ایسے سنائی دے گی کہ کوئی قریب سے آواز دے رہا ہے، مشرق و مغرب، شمال و جنوب ہر جانب پورے کرۂ ارض میں پڑے ہوئے انسانوں کو یہ آواز یکساں سنائی دے گی، یوں نہیں کہ کسی کو آہستہ اور کسی کو اونچی سنائی دے، یہ آواز الصیحة بڑی بلند چیخ اور چنگھاڑ ہوگی۔

اسی کو دوسری جگہ ﴿الصَّاحَّةُ﴾ [عبس: ۳۳] کہا گیا ہے۔ یعنی سخت اور کرجت آواز۔ اور ایک مقام پر ﴿زَجْرَةٌ﴾ [النازعات: ۱۳] کہا گیا ہے۔ ڈانٹ، جو قرن میں پھونکی جائے گی۔ اس سے معنوی اعتبار سے بھی ان آثار کی نفی اور عدم صحت معلوم ہوتی ہے جن میں آیا ہے کہ فرشتہ بیت المقدس کے صحرہ پر کھڑا ہو کر کہے گا: يَا أَيَّتُهَا الْعِظَامُ النَّخْرَةَ وَالْجُلُودُ الْمُتَمَزِّقَةُ، وَالْأَشْعَارُ الْمُتَقَطِّعَةُ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَجْتَمِعَ لِفَصْلِ الْحِسَابِ. [الدرر المنثور، ج: ۶، ص: ۱۱۰ وغیرہ]

”اے گلی سڑی ہڈیو، اور ریزہ ریزہ ہونے والے چمڑو، اور بکھرنے والے بالو، اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ حساب کے لیے جمع ہو جاؤ۔“ اسی قسم کا ایک قول کعب الاحبار سے بھی ہے، مگر ان کی اسانید محل نظر ہیں۔

یہ ﴿الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ﴾ آواز ٹھیک طور پر سنیں گے، یعنی یہ آواز یقینی طور پر سنیں گے اور انہیں قیامت کے ہونے پر کوئی اشتباہ نہیں رہے گا، جس کے بارے میں وہ پہلے شک میں مبتلا تھے اب اسے ایک

﴿وَأَسْمِعْ يَوْمَ يُنَادِي مِنَ مَكَانٍ قَرِيبٍ ۝ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ ۝ إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذَلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ ۝﴾ [ق: ۳۸-۴۰]

”اور سننے کے لیے کان لگائے رکھو جس دن منادی کرنے والا قریب سے پکارے گا، جس دن سنیں گے چیخ (صور کی آواز) کو ٹھیک طور پر، وہ دن (قبروں سے) نکلنے کا ہے، ہم ہی زندہ کر تے اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری ہی طرف لوٹنا ہے، اس دن ان کے اوپر سے زمین پھٹ جائے گی اور وہ تیز تیز جائیں گے یہ حشر ہمارے لیے آسان ہے۔“

پہلی آیات میں حکم تھا کہ آپ کفار کی باتوں پر صبر کریں، نمازیں پڑھیں اور تسبیح و تہجد میں مشغول رہیں، اب فرمایا کہ اسی کے ساتھ ساتھ آپ قیامت کا انتظار کریں جو ایک حقیقت واقعی ہے، اس دن اس کے انکار کی حقیقت منکشف ہو جائے گی۔

﴿أَسْمِعْ﴾ کے معنی آواز کو سننے کے لیے کان لگانے کے ہیں، جس میں اشارہ ہے کہ یہ بالکل قریب ہے جسے کفار رَجْعٌ بَعِيدٌ اور ﴿أَنَّهُمْ يَرْوُونَهُ بَعِيدًا﴾ (المعارج: ۷) ممکن سمجھتے ہیں، مگر ہم اسے قریب قرار دیتے ہیں کہ یہ تو قریب ہے اور ہونے ہی والی ہے اور یہ ہوگی بھی، ﴿تَاتِيهِمْ بَغْتَةً﴾ اچانک اس لیے اس کی تیاری کریں اور اس آوازِ حق کو سننے کے لیے کان لگائے رکھیں۔

یا یہ کہ اے نبی! میرا حکم یا فیصلہ کان لگا کر سنیں، اور وہ ہے جس کی تفصیل بعد کی آیات میں ہے، یعنی یہ تو انکار کرتے ہیں، مگر آپ میری بات سنیں کہ یہ ایک شدنی حقیقت ہے، اس دن منادی کرنے

اسی طرح فرمایا:

﴿يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَمَا نَهَمُ جَرَادٌ مُنْتَشِرٌ ۝ مُهْطِعِينَ إِلَى الدَّاعِي يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسِيرٌ ۝﴾  
 ”وہ اپنی قبروں سے نکلیں گے جیسے بکھری ہوئی ٹڈیاں ہوں،  
 دوڑتے جائیں گے پکارنے والے کی طرف اور کہیں گے یہ  
 دن بڑا مشکل ہے۔“ [القمر: ۸، ۷]

ان آیات میں ظاہر ہے کہ قبروں سے نکل کر میدانِ محشر میں جلدی  
 اور تیزی سے جانے کا ذکر ہے، مگر سورہ ق کی آیت سے بعض نے  
 قبروں سے جلدی نکلنے کا مفہوم بھی لیا ہے کہ وہ قبروں سے جلد نکلیں  
 گے، قبروں سے نکلنے میں دیر نہیں ہوگی، جلدی سے نکلیں گے اور تیز تیز  
 میدانِ محشر کی طرف چل پڑیں گے۔

﴿ذَلِكَ حَشَرٌ﴾ یہ حشر ہمارے لیے آسان ہے۔ یہ ان کی  
 تردید ہے جو اسے ناممکن اور بعید از عقل سمجھتے تھے، کہ تم اگرچہ اسے  
 مشکل سمجھتے ہو، مگر ہمارے نزدیک یہ سارا کام چٹکی میں ہو جائے گا۔  
 حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے قبر سے سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ  
 اٹھیں گے۔ قبروں سے سبھی ننگے بدن، بے ختنہ اٹھیں گے۔ سب سے  
 پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ [بخاری: ۳۳۴۹]  
 پھر رسول اللہ ﷺ کو لباس پہنایا جائے گا۔

[ابن ابی شیبہ، ج: ۱، ۴، ص: ۱۱۷]

ہر انسان اسی حالت میں اٹھایا جائے گا جس حالت میں وہ مرا  
 ہے، اگر کوئی راہِ جہاد میں زخمی ہوگا تو قیامت کے روز اسی حالت میں  
 آئے گا کہ خون بہہ رہا ہوگا۔ اس کا رنگ خون کا ہوگا مگر خوشبو مشک کی  
 آ رہی ہوگی۔ [بخاری]

ایک صحابی رضی اللہ عنہ احرام کی حالت میں اونٹنی سے گر کر جاں بحق  
 ہو گئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے بیری کے پتوں کے پانی سے غسل  
 دو۔ انہیں کپڑوں میں دفن کرو، نہ اسے خوشبو لگاؤ نہ ہی اس کا سر ڈھانپو  
 قیامت کے دن یہ تبلیہ کہتا ہوا اٹھے گا۔ [بخاری، رقم: ۱۸۵۱] اللہ تعالیٰ  
 ہمیں بھی اپنی رضا کا کام کرتے ہوئے موت نصیب فرمائیں، آمین۔

حقیقت پائیں گے۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے وہ حق، یعنی قیامت  
 کی آوازیں گے جو ایک امر حق ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ آواز  
 سنیں گے جس کے ساتھ قیامت ملی ہوئی ہوگی: اُنْی مُقْتَرَنَةٌ بِالْحَقِّ  
 یعنی وہ فتح سن لیا پس اب آئی قیامت۔ [رازی]

اور یہ ہے زمین سے نکلنے کا دن، جہاں جہاں انسان زمین میں  
 دفن ہوں گے اور جہاں جہاں ان کے اعضاء واجزا ہوں گے وہیں  
 سے زمین سے باہر نکل آئیں گے۔

﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ﴾ ہم ہی زندہ کرنے اور مارنے  
 والے ہیں، نہ زندہ کرنے میں کسی کا ہاتھ ہے نہ مارنے میں، بلکہ شکم  
 مادر سے جس طرح اندامِ نہانی کے راستے انسان کا خروج و ظہور ہم  
 کرتے ہیں، بالکل زمین سے اس کا خروج بھی اسی طرح ہوگا۔ یہ سارا  
 نظام ہمارے ہاتھ میں ہے، اور بالآخر ہمارے ہی پاس انسان نے لوٹنا  
 اور پلٹنا ہے، عدالت ہماری ہوگی اور فیصلے بھی ہمارے ہوں گے۔  
 جب زندگی و موت میں کوئی ہمارا شریک نہیں تو ہمارے فیصلوں میں بھی  
 کوئی شریک نہیں، بلکہ وہاں وہی بات کرے گا جسے ہم اجازت دیں  
 گے، لہذا کسی کی دخل اندازی کا سوال ہی کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔

﴿يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ﴾ فتحِ صور کے نتیجے میں اب قبروں سے  
 نکلنے کی کیفیت کا بیان ہے کہ اس روز زمین پھٹے گی تو وہ قبروں سے نکل  
 کر دوڑتے ہوئے جا رہے ہوں گے، جیسے سورۃ المعارج میں ہے:

﴿يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ يَسْرِعًا كَمَا نَهَمُ إِلَى نُصَبٍ  
 يُوفِّضُونَ ۝﴾ [المعارج: ۲۳]

”اس روز قبروں سے نکل کر دوڑیں گے جیسے وہ اپنے بتوں  
 کی طرف دوڑ رہے ہوں۔“

اسی طرح ایک اور مقام پر ہے:

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَيَأْذَاهُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ  
 يَنْسِلُونَ ۝﴾ [یس: ۵۱]

”اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ قبروں سے نکل کر اپنے  
 رب کی طرف دوڑیں گے۔“



# توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ  
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

## باب: الصّرم

صرم نام رکھنے کا بیان

۸۴۵. عن زید بن حُبَاب قال: حَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ سَعِيدٍ الْمَخْزُومِيُّ - وَكَانَ اسْمُهُ الصَّرْمُ، فَسَمَّاهُ النَّبِيُّ ﷺ سَعِيدًا - قَالَ: حَدَّثَنِي جَدِّي، قَالَ: رَأَيْتُ عِثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَتَكِّنًا فِي الْمَسْجِدِ. [ضعيف]

”زید بن حباب رحمہ اللہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے عبدالرحمن بن سعید مخزومی نے بیان کیا کہ ان کا نام اصرم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر سعید رکھ دیا تھا مجھے میرے دادا نے بیان کیا کہ میں نے حضرت عثمان رحمہ اللہ کو مسجد میں تکیہ لگا کر بیٹھے ہوئے دیکھا ہے۔“

۸۴۶. عن علي رضي الله عنه قال: لَمَّا وُلِدَ الْحَسَنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمَّيْتُهُ حَرْبًا، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَرُونِي ابْنِي مَا سَمَّيْتُمُوهُ؟)) قُلْنَا: حَرْبًا، قَالَ: ((بَلْ هُوَ حَسَنٌ)). فَلَمَّا وُلِدَ الْحُسَيْنُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمَّيْتُهُ حَرْبًا، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَرُونِي ابْنِي، مَا سَمَّيْتُمُوهُ؟)) قُلْنَا: حَرْبًا، قَالَ: ((بَلْ هُوَ حُسَيْنٌ)). فَلَمَّا وُلِدَ الثَّالِثُ سَمَّيْتُهُ حَرْبًا، فَجَاءَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((أَرُونِي ابْنِي، مَا سَمَّيْتُمُوهُ؟)) قُلْنَا: حَرْبًا، قَالَ: ((بَلْ هُوَ مُحْسِنٌ))، ثُمَّ قَالَ: ((إِنِّي سَمَّيْتُهُم

بِأَسْمَاءٍ وَلِدَ هُرُونُ شَبْرٍ وَشَبِيرٌ وَمُشْبِرٌ.))

”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں جب حسن پیدا ہوئے تو میں نے اس کا نام حرب رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ گھر میں تشریف لائے تو فرمایا میرے بیٹے کو دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے ہم نے عرض کیا حرب نام رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا نام حسن ہے پھر جب حسین پیدا ہوئے تو میں نے اس کا نام حرب رکھا۔ آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا میرا بیٹا دکھاؤ اس کا نام کیا رکھا ہے میں نے عرض کیا حرب نام رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کا نام حسین ہے پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو میں نے پھر اس کا نام حرب رکھ دیا۔ آپ ﷺ گھر میں تشریف لائے اور فرمایا میرے بچے کو دکھاؤ تو نے اس کا کیا نام رکھا ہے میں نے عرض کیا حرب نام رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس کا نام محسن ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں نے ان کے نام (حضرت) ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے نام پر رکھے ہیں ان کے بیٹوں کے نام یہ تھے: شبر، شبیر، مبشر یہ عبرانی نام ہیں ان کے ہم معنی نام عربی میں حسن حسین محسن ہیں۔“ [ضعيف]

باب: غراب

غراب نام رکھنا

۸۴۷. عن رَائِطَةَ بِنْتِ مُسْلِمٍ، عَنْ أَبِيهَا قَالَ: شَهِدْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ حُنَيْنًا فَقَالَ لِي: ((مَا



نافرمان نے اسلام کو نہ پایا سوائے مطیع کے اس کا نام عاص تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام مطیع رکھ دیا۔“

باب: من دعا صاحبه فيختصر وينقص من اسمه شيئاً  
پیار کی وجہ سے کسی کے نام کا اختصار کرنا

۸۵۰. عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ: ((يا عائش! هذا جبريل يُقْرِئُكَ عَلَيْكَ السَّلَامَ)) قالت: وعليه السَّلَامُ ورحمة الله وبركاته قالت: وهو يرى ما لا أرى. [صحيح]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے یا عائش کہہ کر پکارا اور فرمایا یہ جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں جو تجھے سلام کہتے ہیں میں نے کہا وعلیہ السلام ورحمہ اللہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ وہ چیز دیکھتے تھے جو مجھے نظر نہیں آتی تھی۔ (آپ جبرائیل کو دیکھتے تھے جو مجھے نظر نہ آتے تھے۔)“

۸۵۱. عن إبراهيم الشكري البصري قال: قال: حَدَّثَنِي جَدَّتِي أُمُّ كَلْثُومَ بِنْتُ ثُمَامَةَ قَدِمْتُ حَاجَةً، فَإِنَّ أَخَاهَا الْمُخَارِقَ بْنَ ثُمَامَةَ قَالَ: ادْخُلِي عَلَى عَائِشَةَ وَسَلِّبِيهَا عَنْ عَثْمَانَ بْنِ عَفَانَ فَإِنَّ النَّاسَ قَدْ أَكْثَرُوا فِيهِ عِنْدَنَا، قَالَتْ: فَدَخَلْتُ عَلَيْهَا، فَقُلْتُ: بَعْضُ بَنِيكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَسْأَلُكَ عَنْ عَثْمَانَ بْنِ عَفَانَ؟ قَالَتْ: وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللَّهِ، قَالَتْ: أَمَّا أَنَا فَأَشْهَدُ عَلَى أَنِّي رَأَيْتُ عَثْمَانَ فِي هَذَا الْبَيْتِ فِي لَيْلَةِ قَائِظَةٍ، وَنَبِيُّ اللَّهِ ﷺ وَجَبْرِيلُ يُوحِي إِلَيْهِ، وَالنَّبِيُّ ﷺ يَضْرِبُ كَفَّ - أَوْ كَيْفَ - ابْنِ عَفَانَ بِيَدِهِ: ((اَكْتُبْ، عَثْمُ)) فَمَا كَانَ اللَّهُ يُنْزِلُ تِلْكَ الْمَنْزِلَةَ مِنْ نَبِيِّهِ ﷺ إِلَّا رَجُلًا عَلَيْهِ

اسْمُكَ؟)) قُلْتُ: غُرَابٌ، قَالَ: ((لَا، بَلْ اسْمُكَ مُسْلِمٌ.)) [ضعيف]

”راکھ بنت مسلم نے اپنے باپ سے روایت بیان کی ہے کہ میں غزوہ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حاضر تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ”تمہارا نام کیا ہے؟“ میں نے عرض کیا: ”غراب۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نہیں بلکہ تمہارا نام مسلم ہے۔“

باب: شہاب

شہاب نام رکھنا

۸۴۸. عن عائشة رضي الله عنها: ذَكَرَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ: شَهَابٌ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((بَلْ أَنْتَ هِشَامٌ.)) [حسن]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا جس کو شہاب کہا جاتا تھا آپ نے اس سے فرمایا تمہارا نام ہشام ہے۔“

باب: العاص

عاص نام رکھنا

۸۴۹. عن عبد الله بن مطيع قال: سمعتُ مطيعاً يقول: سمعتُ النَّبِيَّ ﷺ يقولُ يومَ فتحِ مَكَّةَ: ((لَا يُقْتَلُ قُرَيْشِيٌّ صَبْرًا بَعْدَ الْيَوْمِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) فَلَمْ يَدْرِكِ الْإِسْلَامَ أَحَدٌ مِنْ عَصَاةِ قُرَيْشٍ غَيْرِ مُطِيعٍ، كَانَ اسْمُهُ الْعَاصُ، فَسَمَّاهُ النَّبِيُّ ﷺ مُطِيعًا. [صحيح]

”حضرت عبد اللہ بن مطیع سے روایت ہے میں نے اپنے والد مطیع رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ آج کے بعد قیامت تک کسی قریشی کو صبراً (بھوکا پیاسا رکھ کر برسر عام تیروں تلواروں کا نشانہ بنا کر) قتل نہیں کیا جائے گا۔ عصاة قریش میں سے کسی

کریمًا، فَمَنْ سَبَّ ابْنَ عَفَانَ فَعَلِيهِ لَعْنَةُ اللَّهِ .  
”حضرت محمد بن ابراہیم یسکری بصری اپنی دادی ام کلثوم بنت ثمامہ سے روایت کرتے ہیں وہ حج کے لیے آئیں تو ان کو ان کے بھائی مخارق بن ثمامہ نے کہا آپ حضرت عائشہ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھو کیوں کہ ہمارے اکثر لوگ ان کے متعلق سوء ظن رکھتے ہوئے غلط بیان کرتے ہیں۔ حضرت کلثوم بیان کرتی ہیں میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور میں نے عرض کیا آپ کے بعض بیٹے آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ان پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت ہو پھر فرمایا میں اس بات پر گواہی دیتی ہوں کہ میں نے (حضرت) عثمان کو سخت گرمی کی رات میں اسی گھر میں دیکھا ہے اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس وحی لے کر آئے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تھیلی یا کندھے کو اپنے ہاتھ سے تھپکا کر فرماتے تھے اکتب یا عثم لکھو اے عثم اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کے نزدیک اسی شخص کو یہ مرتبہ و مقام عطا کرتا ہے جو اس کے نزدیک لائق تکریم ہوتا ہے جو شخص ابن عفان کو برا کہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔“ [ضعیف]

باب: [من اسمہ] زحم

زحم نام رکھنا

۸۵۲ . عن بشير بن نهيك قال: أتى النبي ﷺ فقال: ((مَا اسْمُكَ؟)) قال: زَحْمٌ، قال: ((بَلْ انتَ بشيرٌ)) فبينما أنا أمشي النبي ﷺ فقال: ((يا ابنَ الخصاصية! ما أَصَبَحْتَ تَنْقُمُ عَلَى اللَّهِ؟ أَصَبَحْتَ تُمَاثِي رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَا أَنْقُمُ عَلَى اللَّهِ شَيْئًا، كُلَّ

خيرٍ قد أَصَبْتُ، فَأَتَى عَلَى قُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فقال: ((لَقَدْ سَبَقَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا)) ثم أَتَى عَلَى قُبُورِ الْمُسْلِمِينَ فقال: ((لَقَدْ أَدْرَكَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا)) فإذا رجلٌ عليه سبتيتان يمشي بين القُبُورِ، فقال: يا صاحبَ السبتيتين أَلَيْ سَبْتَيْتِكَ)) فخلعَ نعليه . [حسن الإسناد]

”حضرت بشیر بن نہیک سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے گئے آپ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟ عرض کیا میرا نام زحم ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تو بشیر ہے میں اس کے درمیان میں آپ ﷺ کے ساتھ چلا جا رہا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن خصاصیہ کیا تو اللہ پر ناراض ہے حالاں کہ تو اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جا رہا ہے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں میں اللہ تعالیٰ پر کیسے ناراض ہو سکتا ہوں مجھے تو خیر کثیر میسر ہے پھر آپ مشرکین کی قبروں کے پاس آئے انہیں دیکھ کر فرمایا یہ لوگ ہر قسم کی خیر سے محروم رہ گئے ہیں پھر آپ مسلمانوں کی قبروں کے پاس آئے فرمایا ان لوگوں نے ہر قسم کی بھلائی کو پالیا پھر اچانک ایک آدمی کو قبرستان میں چلتا ہوا دیکھا اس نے سبتی جوتے پہن رکھے تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے سبتی جوتوں والے جوتے اتار دے۔ چناں چہ اس نے جوتے اتار دیئے۔“

۸۵۳ . عن عبيد الله ابن إبياد عن أبيه قال: سمعتُ ليلَى امرأةَ بشيرٍ تُحَدِّثُ عن بشيرِ بنِ الخصاصية، وكانَ اسمُهُ زَحْمٌ، فسَمَّاهُ النَّبِيُّ بِشِيرًا .  
”عبيد اللہ بن ایاد اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے بشیر کی بیوی بی بی لیلیٰ سے یہ حدیث سنی کہ بشیر کا نام زحم تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بشیر رکھ دیا۔“ [صحیح]

فائدہ: ان کی والدہ کا نام خصاصیہ تھا انہیں بشیر ابن خصاصیہ بھی کہا جاتا ہے۔“

## قرآن کی حقانیت بائبل کا منہ بولتا ثبوت

خاور رشید بٹ (دارالعلوم المحمديه لکھنؤ کراچی، مغل پورہ - لاہور)

معلوم ہوا جناب مسیح کو جمعہ کی شام قبر میں اتار دیا گیا تھا، زندہ کب ہوئے؟

اتوار کی صبح مریم مگدینی نے قبر سے پتھر ہٹا ہوا پایا اور کہا گیا وہ مردوں میں سے جی اٹھا۔ [اناجیل دیکھیں]

ممکن ہے وہ رات کو ہی زندہ ہو چکے ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اتوار کی صبح ہوئے ہوں۔ بہر حال ہم اسے اتوار کی صبح تسلیم کر لیتے ہیں، تو انگلیوں پر شمار کریں اور بتائیں کیا واقعی مسیح علیہ السلام قبر میں تین دن اور تین رات رہے تھے۔

یہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تصلیب مسیح کا قصہ خود ساختہ ہے۔

پادری حضرات اس پیشین گوئی کے حوالے سے بڑے متذبذب اور اضطراب میں نظر آتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ اس سے مراد دن اور رات کی گنتی نہیں بلکہ پاتال میں جانا ہے۔

آپ اس عبارت کو مکرر پڑھیں کیا اس میں ایسی بات موجود ہے؟ اور کوئی کہتا ہے: جس سبت کے شروع ہونے سے قبل انہیں دفنایا گیا وہ سالانہ تھا تا کہ ہفتہ وار یعنی اس مرتبہ دو سبت آئے تھے ایک سالانہ اور یہ جمعرات کو تھا اور ایک ہفتہ وار جمعہ کے بعد لہذا اس طرح بدھ کی شام کو انہیں دفنایا گیا۔

**تجزیہ:** یہودیوں کی ایک عید ”فسح“ ماہ نیسان (یہودی مہینہ) کی چودھویں تاریخ کو آتی ہے اور جناب مسیح علیہ السلام نے پندرہ تاریخ کو فسح کما یا اور یہ دوسری عید ”فطیر“ کا پہلا دن تھا جو سات دن تک جاری رہتی ہے، اسی رات کو انہیں پکڑ لیا گیا۔ اور سرداروں کا ہنوں، حنا اور طائفہ کے سامنے پیش کیے گئے۔

۶۔ پیشین گوئیاں اور اصول جو تصلیب مسیح کی نفی کرتے ہیں:

موجودہ مسیحیت کا نظریہ ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام کو سولی سے اتار کر قبر میں رکھا گیا اور وہاں سے دوبارہ زندہ ہو کر باہر آئے اور شاگردوں سے ملاقات کرتے رہے جب کہ بائبل یہ اصول بیان کرتی ہے کہ ویسے ہی وہ جو قبر میں اترتا ہے پھر کبھی اوپر نہیں آتا۔

[ایوب، باب: ۷، فقرہ: ۹]

(الف) یوناہ (یونس علیہ السلام) نبی کا نشان:

اس (مسیح) نے جواب دے کر ان سے کہا اس زمانہ کے برے اور زنا کار لوگ نشان طلب کرتے ہیں مگر یوناہ نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائے گا۔ کیوں کہ جیسے یوناہ نبی تین دن رات مچھلی کے پیٹ میں رہے ویسے ہی ابن آدم تین دن رات زمین کے اندر رہے گا۔ [متی، باب: ۱۲، فقرہ: ۴۰، ۳۹]

حضرت یونس (یوناہ) علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں مردہ نہیں بلکہ زندہ ہونے کی حالت میں رہے تھے جب کہ مسیحی عقیدے کے مطابق جناب مسیح قبر میں مردہ تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بے بنیاد چیز کو خواہ مخواہ بنیاد فراہم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اب غور کریں تین دن اور تین رات پر کیا یہ وقت پورا ہوا؟ چنانچہ لکھا ہے: جب (مسیح) قبر میں رکھا وہ تیاری کا دن تھا اور سبت کا دن شروع ہونے کو تھا۔ [لوقا، باب: ۲۳، فقرہ: ۵۴]

متی باب (۲۸) فقرہ (۵۷) میں واضح لکھا ہے کہ شام کے بعد انہیں دفنایا گیا۔

سبت آرام کے دن کو کہتے ہیں اور یہ ہفتے کا دن ہوتا ہے۔ لہذا

اگلی صبح یعنی ۱۶ تاریخ کو عدالت میں پیش کیے گئے، پھر پیلطس اور ہیرودیس کے سامنے پیشی ہوئی، اسی دن مصلوب ہوئے۔

[دیکھیں اناجیل اربعہ]

ثابت ہوا جس دن انہیں صلیب دیا گیا وہ عید فطیر کا دوسرا دن تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا عید فطیر جو کہ سات دن تک جاری رہتی ہے۔ اس کے تیسرے دن یا سات دنوں کے دوران سالانہ سبت آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیوں کہ جس طرح مسلمانوں کی دو عیدیں ”عید الفطر“ اور ”عید الاضحیٰ“ اکٹھی نہیں ہو سکتیں اسی طرح یہودیوں کی بھی نہیں ہو سکتیں۔

یہی وہ مرکزی نکتہ تھا جو دوران مناظرہ ہمارے دوست (سابق پادری) جناب بشارت محبوب مغل صاحب نے پادری شفیق کنول (چرچ آف پاکستان) کے سامنے رکھا اور وہ لا جواب ہو گئے اور تحقیق کر کے دوبارہ گفتگو کا وعدہ کیا اور وقتی طور پر جان چھڑائی لیکن وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو جائے۔

دوسرے انداز سے سمجھیں: اگر ہم جناب مسیح کا بدھ کو مصلوب ہونا اور اسی شام دفن ہونا تسلیم کر لیں تو بائبل کے مطابق جناب مسیح اتوار کی صبح زندہ ہوئے چنانچہ لکھا ہے: ہفتہ کے پہلے روز جب وہ سویرے جی اٹھا تو پہلے مریم مگدینی کو جس میں سے اس نے سات بد رو حیں نکالی تھیں، دکھائی دیا۔ [مرقس، باب: ۱۶، فقرہ: ۹]

اس لحاظ سے انگلیوں پر شمار کریں تو تین دن اور چار راتیں قبر میں بنتی ہیں جو کہ پیشین گوئی کے خلاف ہے۔

ثابت ہوا جیسا بھی اس کو لیں گے ہرگز یہ جناب مسیح پر صادق نہیں آتی جس سے اس پیشین گوئی کا جھوٹا اور من گھڑت ہونا معلوم ہوتا ہے، اور اسی بنیاد پر ہم جناب مسیح کے مصلوب ہونے کو مشکوک اور تخمینہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔

(ب) کمہار کا کھیت:

یہوداہ نے جناب مسیح کو پکڑوانے کے تیس روپے لیے لیکن بعد میں پچھتایا اور سردار کاہنوں کے سامنے پھینک دیے اور چلا گیا۔ چنانچہ سردار کاہنوں نے ان پیسوں کے عوض کمہار کا کھیت خریدا پر دیسیوں

کو دفنانے کے لیے۔

آگے لکھا ہے: اس وقت وہ وعدہ پورا ہوا جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا کہ جس کی قیمت ٹھہرائی گئی تھی انہوں نے اس کی قیمت کے وہ تیس روپے لے لیے اور ان کو کمہار کے کھیت کے لیے دیا جیسا خداوند نے مجھے حکم دیا۔ [متی، باب: ۲۷، فقرہ: ۳-۱۰]

پرانے عہد نامہ میں یرمیاہ نبی کی کتاب موجود ہے اس میں ہرگز یہ پیشین گوئی نہیں لکھی ہوئی۔ ممکن ہے اس کو زکریا کی کتاب (باب: ۱۱، فقرہ: ۱۲، ۱۳) سے ثابت کرنے کی کوشش کریں لیکن پہلے تو پیش گوئی میں یرمیاہ نبی کا تذکرہ ہے۔ دوسرا اگر آپ عبارت ملاحظہ کریں گے تو معلوم ہوگا کہ وہاں جانور چرانے کے تیس روپے مزدوری لی تھی اور انہیں کمہار کے سامنے پھینکا گیا۔

یہ نہیں لکھا کہ کمہار کا کھیت خریدنے کے لیے دیے۔ نیز اس میں گلہ بان کا تیس روپے لینے کا تذکرہ ہے اور از روئے بائبل بھڑوں کو اکٹھا کرنے والا اور ان کا گلہ بان جناب مسیح علیہ السلام ہیں نا کہ یہوداہ اسکر یوتی (فافہم)

ثابت ہوا محض سنی سنائی بات کے لیے ایک پیشین گوئی گھڑی گئی اور اسے بنیاد بنا کر ایک عقیدہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔

(ج) زندہ کس اعتبار سے ہوئے؟

مسیحی عقیدے کے مطابق جناب عیسیٰ علیہ السلام تیسرے دن زندہ ہوئے اور اسی جسم کے ساتھ جسے سولی پر لٹکایا گیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنے شاگردوں کو یقین کروانے کے لیے اپنے زخم دکھائے، وغیرہ وغیرہ۔ لیکن انہی کا ایک شاگرد پطرس لکھتا ہے: وہ جسم کے اعتبار سے تو مارا گیا لیکن روح کے اعتبار سے زندہ کیا گیا۔

[پطرس کا پہلا خط، باب: ۳، فقرہ: ۱۸]

معلوم ہوتا ہے کہ عیسائی خود اس پر متفق نہیں کہ انہیں کس لحاظ سے زندگی ملی تھی جو کہ اس واقعہ کے مشکوک ہونے کی بین دلیل ہے۔

(د) کیا خدا کو قربانی پسند ہے؟

مسیحی نظریہ کے مطابق خدا کو قربانی سب سے زیادہ پسند تھی اسی

۴: فرشتے کہاں تھے؟..... وہ خواتین یا خاتون جب قبر پر گئی تو فرشتے ان کے پاس آ کر کھڑے ہوئے۔ [لوقا]

جب کہ یوحنا میں ہے کہ فرشتے قبر کے اندر تھے اور یہ باہر۔  
۵: قبر کا پتھر اور عورتیں..... انجیل متی کے مطابق قبر کا پتھر ان خواتین کے سامنے لڑھکا تھا جب کہ بقیہ تینوں انا جیل میں ہے کہ ان کے آنے سے قبل ہی لڑھک چکا تھا۔

۶: مسیح کی باتیں عورتوں کو کب یاد آئیں..... انجیل لوقا میں ہے کہ فرشتوں نے ان خواتین کو جناب مسیح علیہ السلام کی باتیں یاد کروائیں جب کہ یوحنا کے مطابق قبر کے پاس جناب مسیح خود آ گئے اور مریم مگدینی سے ہم کلام ہوئے۔

۷: عورتیں قبر پر کب گئیں..... یوحنا میں ہے کہ مریم قبر پر ایسے تڑکے کہ ابھی اندھیرا تھا گئی۔ انجیل مرقس میں ہے کہ سورج نکلنے ہی قبر پر گئیں۔

۸: فرشتے کیسے دیکھے..... لوقا باب ۲۴، فقرہ ۲۳ میں ہے مسافروں نے کہا کہ عورتیں کہتی ہیں ہم نے فرشتے روایا میں دیکھے جب کہ بقیہ انا جیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جاگتی آنکھوں سے فرشتوں کا مشاہدہ کیا تھا۔

۹: فرشتے کتنے تھے..... مرقس میں ہے کہ عورتوں نے قبر کے اندر ایک جوان (فرشتہ) دیکھا جب کہ یوحنا کے مطابق دو تھے۔

۱۰: تصلیب مسیح کا واقعہ کب ہوا..... انجیل یوحنا کے مطابق عید مسیح (یہودی عید) سے پہلے ہی جناب مسیح کو علم ہو گیا تھا کہ ان کا وقت موعود آ پہنچا ہے اور اس عید سے پہلے ہی انہیں گرفتار کر لیا گیا اور کافہ کے سامنے لے جایا گیا اسی طرح انہیں عید فصح سے پہلے جب کہ تیاری کا دن تھا تصلیب پر لٹکایا گیا۔ [یوحنا، باب: ۱۳، فقرہ: ۱، باب: ۱۸، فقرہ: ۲۸، باب: ۱۹، فقرہ: ۱۳-۱۹]

جب کہ بقیہ تینوں انا جیل میں ہے کہ جناب مسیح نے فصح کمایا اور اسی رات گرفتار ہوئے یہ عید ختم ہوئی اور عید فطیر شروع ہو گئی جو سات دن تک چلتی ہے اس کے پہلے دن فیصلہ کر کے انہیں تصلیب دے دیا گیا۔ غور کریں کس قدر تضاد ہے۔

لیے تو اس نے انسانیت کے کفارہ کے لیے اپنا اکلوتا بیٹا قربان کر دیا۔ لیکن جب ہم بائبل دیکھتے ہیں تو لکھا ہے: میں قربانی نہیں بلکہ رحم پسند کرتا ہوں اور خدا شناسی کو سختی قربانیوں سے زیادہ چاہتا ہوں۔

[ہوس، باب: ۶، فقرہ: ۶]  
جب خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی بادشاہی میں داخل ہونے کے لیے زیادہ اچھا اور آسان طریقہ موجود تھا خواخواہ ایک مشکل اور جھوٹے درجے کا عمل چنا گیا؟ اب دو ہی باتیں ہیں یا تو بائبل کا یہ اصول غلط ہے اور یا پھر مسیحی عقیدہ، یہ فیصلہ خود کر لیں۔  
۷۔ واقعاتی تضاد:

تصلیب مسیح کے نفس واقعہ میں اس طرح کی باتیں ہیں جن سے اس کا مشکوک ہونا روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے۔ یاد رکھیں یہ (مزعومہ) واقعہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے اس لیے ظاہر ہے جو بھی کام اور عمل ہے وہ ایک دفعہ ہی ہوا ہوگا تعدد واقعات والی مطابقت یہاں پیدا نہیں ہو سکتی۔

۱: تصلیب کس نے اٹھائی..... مسیح علیہ السلام کے زمانے میں یہ اصول تھا کہ جسے تصلیب پر لٹکایا جانا ہوتا اپنی تصلیب وہ خود اٹھا کر مقررہ جگہ پر لے جاتا۔ [تفسیر مابدی، ص: ۲۲۸، حاشیہ نمبر: ۸۱۹]  
چنانچہ انجیل متی، لوقا اور مرقس کے مطابق یہ تصلیب ایک دیہاتی شمعون نے اٹھائی تھی۔ جب کہ انجیل یوحنا میں ہے کہ جناب مسیح علیہ السلام نے خود اٹھائی تھی، اسی وجہ سے بعض ابتدائی مسیحیوں کا نظریہ ہے کہ تصلیب پر مسیح کو نہیں بلکہ کسی دوسرے کو لٹکایا گیا تھا۔

[عیسائیت، ص: ۷۹، از ساجد میر صاحب]  
۲: عورتیں کہاں کھڑی تھیں..... تصلیب مسیح کا مشاہدہ کرنے والی چند خواتین تھیں چنانچہ جب انہیں تصلیب پر لٹکایا گیا وہ خواتین دور کھڑی دیکھ رہی تھیں۔ [لوقا]

لیکن یوحنا کے مطابق پاس کھڑی تھیں۔

۳: جناب مسیح کو بائبل کے مطابق جب قبر میں اتارا گیا تو اتوار کی صبح اس قبر پر کتنی خواتین گئی تھیں پیشین گوئی کی تصدیق کے لیے۔ لہذا لوقا کے مطابق کئی تھیں جب کہ یوحنا کے مطابق ایک مریم مگدینی تھی۔

وہ خوش بھی تھیں۔

۱۲: جناب مسیح کو زندہ ہونے کے بعد سب سے پہلے کس نے دیکھا؟..... انجیل متی اور مرقس کے مطابق پہلے مریم مگدینی کو نظر آئے۔ جب کہ لوقا کے بقول پہلے دو عام مسافر دیہاتیوں کو ملے۔

پولوس کا بیان:

ان اناجیل سے الگ ہے چنانچہ چودہ کہتا ہے:

مسیح کتاب مقدس کے مطابق جی اٹھا اور کیفا (پطرس حواری) اور اس کے بعد ان بارہ کو دکھائی دیا (حالاں کہ یہوداہ کی غداری کے بعد گیارہ تھے، فافہم) پھر پانچ سو سے زیادہ بھائیوں کو ایک ساتھ دکھائی دیا۔ پھر یعقوب کو دکھائی دیا پھر سب رسولوں اور سب سے پیچھے مجھ کو۔ [اگر تھیوں، باب: ۱۵، فقرہ ۳-۸]

اس تفصیل کے بعد قرآن مجید کی حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے، نظریہ کفارہ کا بے بنیاد اور تصلیب مسیح کا رونما ہونا مشکوک ثابت ہوتا ہے۔

۱۱: مقدس کا پردہ کب پھٹا تھا..... انجیل مرقس میں ہے کہ جناب مسیح کی جان نکلنے کے بعد مقدس کا پردہ پھٹا تھا جب کہ لوقا کے مطابق پہلے پھٹا تھا۔

۱۲: دوبارہ جی اٹھنے کی بات کس کس کو معلوم تھی؟..... انجیل متی باب: ۲۷، فقرہ: ۴۲-۴۶ کے مطابق ثابت ہوتا ہے کہ جناب مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کی بات اتنی معروف تھی کہ عام یہودیوں کو بھی اس کا علم تھا جو کہ مخالفین تھے جب کہ یوحنا باب ۲۰، فقرہ ۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ قبر خالی دیکھنے تک شاگردوں کو بھی ان کے دوبارہ جی اٹھنے والی بات کا علم نہ تھا۔

۱۳: عورتوں نے یہ باتیں کس کو بتائیں؟..... انجیل مرقس کے بیان کے مطابق عورتیں فرشتوں سے باتیں کر کے ڈر گئیں اور کسی کو کچھ نہ بتایا۔ [باب: ۱۶، فقرہ: ۸۹]

جب کہ لوقا باب: ۲۴، فقرہ: ۹ کے مطابق قبر سے واپس آ کر گیارہ شاگردوں اور باقی سب کو بتایا اور متی: ۲۸/۸، یوحنا: ۲۰/۱۸ میں ہے کہ

امام نووی کا مرتبہ مشہور مجموعہ احادیث

### اربعین

امام کی اپنی تشریح کے ساتھ اردو میں پہلی بار

..... قرچمہ: ارشاد الرحمن.....

عمومی مطالعے اور تدریسی مقاصد کے نقطہ نظر سے مرتب کی گئی کتاب اسلامیات حدیث اور درس حدیث کے طلباء و اساتذہ کے لیے یکساں مفید خصوصیات: ..... متن و ترجمہ آسنے سامنے

..... اہم اور مشکل الفاظ کی آسان تفہیم..... حدیث میں مذکور مسائل کی مختصر تشریح..... حدیث سے اخذ ہونے والے مسائل کا نکات اور اندراج..... احادیث کی تخریج کے ساتھ آسان زبان اور سادہ اسلوب

عربی زبان کے ترجمہ و تفہیم کا ذوق پیدا کرنے کی ایک کوشش بڑی تقطیع، عمدہ کاغذ، مضبوط جلد، بہترین طباعت

صفحات: 400، قیمت: 400 روپے

براہ راست خریداری پر طلباء و اساتذہ کے لیے بھی تاجرانہ رعایت

ملنے کا پتا

مکتبہ جمال، تیسری منزل، حسن مارکیٹ، اردو بازار لاہور

فون: 0305-4095321, 0344-4238604, 7232731

### ذوالحلیفہ انترنیشنل ٹریول اینڈ ٹورز

(خدمات حج و عمرہ کا با اعتماد ادارہ)

چیف ایگزیکٹو حافظ عبدالرحیم مغل

رابطہ: 0321-4114174, 0300-6996215

ذوالحلیفہ حج و عمرہ کی طرف سے سہیل آفر علاوہ ٹکٹ

یہ آفر محدود مدت کے لیے ہے۔

کمرہ	مکمل ٹرانسپورٹ مکمل زیارات 28 راتیں	مکمل ٹرانسپورٹ مکمل زیارات 21 راتیں	مکمل ٹرانسپورٹ مکمل زیارات 14 راتیں	مکمل ٹرانسپورٹ مکمل زیارات 10 راتیں
4-6 بیڈ	22000	19000	16500	15000
3 بیڈ	29000	24000	20000	18000
2 بیڈ	35000	29000	25000	22000

مکہ المکرمہ: فندک ریم الذاہبی فور سنار ہوٹل

مدینۃ المنورہ: فندک ساطر قصر الخلیج

دایبلہ: 99 ریلوے روڈ، نزد گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی۔ لاہور

جامع القدس، چوک والگراں لاہور۔ فون: 042-37381262, 35504962



## عقیدہ امامت

حافظ عطاء الرحمن علوی (مدرس دارالعلوم المحمدیہ لوکوور کشاپ مغل پورہ - لاہور)

تجزیہ:

شیعہ حضرات اپنے ان مزعومہ اماموں کے لیے ”الائمۃ من قریش“ سے دلیل پکڑتے ہیں حالانکہ اس میں ان کی کوئی تخصیص نہیں۔ اور قرآن وحدیث کی کسی صحیح نص کے ذریعے ان کی تعیین کا ثبوت نہیں۔ لہذا یہ دعویٰ کہ ائمہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں بالکل غلط ہے۔ ذیل میں چند داخلی شہادتیں قابل غور ہیں:

۱: شیعہ کے مزعومہ اماموں میں سے کسی نے بھی اپنی امامت کے ثبوت کے لیے ان حضرات کی پیش کردہ روایات اور صفات و شروط کا سہارا نہیں لیا بلکہ عجیب وغریب شعبہ بازیوں اور فنون و سحران کی طرف منسوب ہیں جس سے واضح ہے کہ وہ بھی اپنے آپ کو منصوص نہیں سمجھتے تھے۔ چند داستانیں بطور مثال:

جب حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو محمد بن حنفیہ نے علی بن حسین کی طرف پیغام بھیجا:

قتل ابواہ رضی اللہ عنہ وصلی علی روحہ  
ولم یوص وانما عمک وصنو ابیک وولادتہ  
من علی علیہ السلام فی سنّی وقدمی أحق  
بہا منک من حدائیک فلا تنازعنی فی الوصیۃ  
ولا الامامۃ ولا تحاجّنی .....

آپ کے والد شہید کر دیے گئے ہیں پس اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ان کی روح پر رحمت فرمائے، اور انہوں نے وصیت نہیں فرمائی اور میں تیرا چچا ہوں اور تیرے باپ کی طرح ہوں، اولاد علی سے ہوں، میری عمر اور قدامت تیری نوعمری کے مقابل اس امامت کی زیادہ حق دار ہے۔ لہذا تو اس وصیت و امامت میں میرے ساتھ کوئی لڑائی جھگڑا اور مقابلہ نہ کر۔ علی بن حسین نے جواب بھیجا کہ حجرا سود کے پاس چلتے

ہیں اس پر فیصلہ ڈالتے ہیں۔ اس سے پوچھتے ہیں وہ دونوں حجرا سود کے پاس آئے علی بن حسین نے محمد بن حنفیہ سے کہا: پہلے تو اللہ کی طرف متوجہ ہو سوال کر پھر حجرا سود سے پوچھ، انہوں نے ایسا کیا لیکن پتھر نے جواب نہ دیا۔ پھر علی بن حسین نے اللہ سے دعا کی تو حجرا سود حرکت میں آ گیا قریب تھا کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ جاتا اللہ نے اسے عربی میں بات کرنے کی طاقت عطا کی اس نے کہا:

اللہم انّ الوصیۃ والامامۃ إلی علی بن  
الحسین . [اصول کافی: ۱/۳۴۸]

”بے شک وصیت و امامت علی بن حسین کی طرف ہے۔“  
اسی طرح موسیٰ بن جعفر اکاظم اور اس کے بھائی عبداللہ بن جعفر جو جعفر کے بڑے لڑکے تھے ان کے درمیان بھی عہدہ امامت میں جھگڑا ہوا تو موسیٰ نے اپنی امامت کے ثبوت کے لیے کپڑوں سمیت آگ میں دخول کیا اسے کچھ نہ ہوا اور اپنے بھائی کو بھی ایسا کرنے کی دعوت دی۔ [کشف الغمہ للأربلی: ۳/۳۷]

اسی طرح کلینی نے موسیٰ بن جعفر کی امامت کے ثبوت میں ایک قصہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے اس سے سوال کیا امام کون ہے؟ اس نے کہا بتا دوں تو مان لو گے؟ اس نے ہاں میں جواب دیا تو موسیٰ بن جعفر سے اس آدمی نے نشانی طلب کی جس پر موسیٰ بن جعفر کاظم نے کہا اس درخت کے پاس جا ..... اشارہ ام غیلان کی طرف تھا ..... تو اس کو کہہ تجھے موسیٰ بن جعفر بلا رہا ہے، وہ آدمی کہتا ہے میں آیا تو دیکھا اللہ کی قسم! وہ درخت زمین میں گرٹھا کرتے ہوئے موسیٰ بن جعفر کے سامنے ٹھہر گیا، پھر موسیٰ نے اشارہ کیا تو واپس لوٹ گیا۔ [اصول کافی: ۱/۳۵۳]



(ii) مزید لکھتے ہیں:

فہو معصوم مؤید موفق مسدد قد آمن من الخطايا والزلل والعتار . [اصول کافی: ۲۰۳/۱]  
”وہ معصوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و توفیق اسے حاصل ہوتی ہے، اللہ نے اسے راہ راست پر رکھا ہوتا ہے، یقیناً وہ غلطی، بھول اور لغزش و ٹھوکر سے محفوظ ہوتا ہے۔“

(iii) ایک شیعہ مؤلف ناصر مکارم شیرازی لکھتے ہیں: ہمارا عقیدہ ہے کہ امام کو گناہ اور غلطی سے معصوم ہونا چاہیے۔

[ہمارے عقائد، ص: ۷۸، مصباح القرآن ٹرسٹ]

مزید (ص: ۸۸) پر لکھا ہے کہ ”ہم ائمہ اہل بیت کو معصوم سمجھتے ہیں۔“  
(iv) سید زوار حسین ہمدانی فاضل عراق ”تحفہ جعفریہ“ میں امامت کے متعلق لکھتے ہیں: ”میز معلوم ہونا چاہیے کہ جس طرح نبی کے لیے اس کا معصوم ہونا ضروری ہے اسی طرح امام کا معصوم ہونا بھی ضروری ہے۔“ [تحفہ نماز جعفریہ، ص: ۲۸، انتشار بک ڈپو اسلام پورہ، لاہور بحوالہ تاریخی دستاویز]  
انتباہ:

دیگر عقائد باطلہ کی طرح یہ نظریہ بھی بلا دلیل ہے۔ خود انبی کے مقررہ کردہ ائمہ کے اقوال و افعال نظریہ معصومیت کی واضح تردید کرتے ہیں۔

(i) علیؑ نے کہا: تم حق بات کہنے اور عدل پر مبنی مشورہ دینے سے باز نہ آؤ۔ فانی لست آمن ان اخطی۔ ”میں خطا سے محفوظ نہیں۔“ [اعیان الشیعہ از محسن امین: ۱۳۶/۱، الشیعہ والتشیع، ص: ۳۰۱]

(ii) مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب حسنؑ نے امیر معاویہؓ سے صلح کا ارادہ کیا تو مخالفین میں حسینؑ بھی تھے (اب دونوں شیعہ کے نزدیک معصوم امام ہیں)۔ حسنؑ نے حسینؑ کی رائے پر کوئی دھیان نہ دیا اور معاویہؓ سے صلح کر لی جب کہ حسینؑ اسے ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے:

لو جُزْ انفسی کان احب الی مما فعلہ اخی .

[اعیان الشیعہ الجزء الاول القسم الاول، ص: ۶۵]

اسی طرح ایک آدمی کو دیکھ کر محمد بن علی الرضا نے خود ہی بھانپ لیا کہ یہ امامت کا سوال کرنا چاہتا ہے تو اسے بتایا کہ میں ہی ہوں اور جب اس نے علامت پوچھی تو ہاتھ کی لاٹھی بول پڑی:

ان مولای امام هذا الزمان وهو الحجة .

[اصول کافی: ۳۵۳/۱]

”کہ میرا آقا اس زمانے کا امام اور حجت ہے۔“

یہ ساری داستانیں محض دعویٰ ہی ہیں کیوں کہ اگر امام واقعی منصوب ہوتا تو پھر بعد میں امامت کے جھگڑے بھی نہ ہوتے اور اس قسم کے سوالات بھی نہ ہوتے اور اگر پہلے موجود امام اپنے بعد والے کے لیے نص اور اشارہ کرتا تو اس قسم کے کرشموں کی ضرورت بھی نہ پڑتی۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ محمد بن علی باقر کے اور بھائی زید، عمر، عبد اللہ، علی اور حسین بھی تھے تو یہ امامت کا کیسے زیادہ حقدار ہو گیا، اگر کوئی کہے کہ نص موجود ہے تو وہ جھوٹ ہے کیوں کہ کیسانہ فرقے نے محمد بن حنفیہ کے متعلق بھی نص کا دعویٰ کیا تھا۔ جو امامیہ کو قبول نہیں، اگر کہیں کہ اپنے بھائیوں سے افضل ہے تو بلا دلیل دعویٰ ہے جو قابل قبول نہیں۔

ان حضرات سے یہ بھی سوال کیا جائے گا کہ موسیٰ بن جعفر اکاظم کو اس کے بھائی محمد، اسحاق اور علی کے مقابل امامت کا زیادہ حق دار کیوں ٹھہرایا گیا؟ علی بن موسیٰ کو اپنے سترہ بھائیوں میں سے کس چیز نے ممتاز کیا؟ اسی طرح دوسرے مزعومہ بعد میں آنے والوں کے متعلق بات ہو تو سوائے دعویٰ کے کوئی جواب نہیں ہوگا۔

امام کا معصوم ہونا:

مسلمانوں کے عقائد کے برعکس شیعہ حضرات اپنے مزعومہ اماموں کو انبیاء کی مثل معصوم عن الخطاء سمجھتے ہیں، اور ان کو یہ درجہ اور حیثیت دے رکھی ہے کہ وہ گناہوں اور عیوب سے مبرا ہیں۔ چنانچہ کلینی ائمہ کی صفات اور مرتبہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(i) الامام المطہر من الذنوب والمبرأ من

العیوب . [اصول کافی: ۲۰۰/۱]

”امام گناہوں اور عیوب سے پاک و مبرا ہوتا ہے۔“

الشیعہ والتشیع، ص: ۳۰۱]

”اگر میری ناک کاٹ دی جائے تو مجھے اس سے زیادہ

پسندیدہ ہے جو میرے بھائی نے کیا۔“

ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک غلطی پر اور دوسرا حق پر ہے لہذا معصوم عن الخطاء کا تصور باطل ہو جاتا ہے۔

اظہارِ افسوس:

یہ بات انتہائی قابلِ افسوس ہے کہ جس طرح شیعہ حضرات نے اپنے مزعومہ ائمہ کو قولاً اور فعلاً معصومیت کا درجہ دے رکھا ہے اسی طرح احناف مقلدین نے بھی اپنے امام کو یہ درجہ عنایت کر رکھا ہے۔ اگرچہ زبان سے معصوم نہیں کہتے لیکن ان کی تقلید، واجب الاطاعت ہونا اور ان کی ہر بات کو تسلیم کرنا اسی کے مترادف ہے۔ چند حوالہ جات پیش نظر ہیں جن سے ان کے خیالات کھل کر سامنے آتے ہیں۔

۱: مولانا محمود الحسن دیوبندی فرماتے ہیں: ”قول مجتہد قول رسول ہی شمار ہوتا ہے۔“ [الورد الشدی، ص: ۲]

یہی محمود الحسن صاحب صاف اعلان کرتے ہیں: ”لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے۔“

[ایضاح الادلۃ، ص: ۲۷۶]

۲: مفتی رشید احمد لدھیانوی اس مسئلے پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”توسیع مجال کی خاطر اہل بدعت فقہ حنفی کو چھوڑ کر قرآن حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور ارجاء عنان کے لیے ہم بھی یہ طرز قبول کر لیتے ہیں ورنہ مقلد کے لیے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔“

[ارشاد القاری، ص: ۲۸۸]

۳: عامر عثمانی مدبرِ تجلی کو کسی نے سوال لکھا اور بطور دلیل قرآن و سنت کا مطالبہ کیا تو جواب کے آخر میں لکھا: ”مقلدین کے لیے حدیث و قرآن کے حوالوں کی ضرورت نہیں بلکہ ائمہ و فقہاء کے فیصلوں اور فتوؤں کی ضرورت ہے۔“ [ماہنامہ تجلی دیوبند شمارہ جنوری فروری ۱۹۶۸]

۴: ابوالحسن الکرخی الحنفی کہتے ہیں: اصل یہ ہے کہ ہر آیت جو ہمارے ساتھیوں (فقہاء) کے خلاف ہے اسے منسوخیت پر محمول یا مرجوح

سمجھا جائے گا، بہتر یہ کہ تطبیق کرتے ہوئے اس کی تاویل کر لی جائے۔

[اصولِ کرخی: ۲۹]

کسی قدر جرأت ہے کہ قول امام نہیں چھوڑنا قرآن کی تاویل کر دیں گے۔

۶: بعض مقلدین کے طرزِ عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ”اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان پڑتی ہے، ان کے قلب میں انشراح و انبساط نہیں رہتا، بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید نہ ہو۔ خواہ دوسری دلیل قوی اس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو بلکہ خود اپنے دل میں اس تاویل کی کوئی وقعت نہ ہو مگر نصرتِ مذہب کے لیے تاویل ضروری سمجھتے ہیں، دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیحہ صریحہ پر عمل کر لیں۔“

[تذکرۃ الرشید: ۱/۱۳۱]

۷: قاضی ابن ابی العز الحنفی لکھتے ہیں: مقلدین کی ایک جماعت نے ابوحنیفہ کی تقلید میں غلو سے کام لیا انہوں نے امام صاحب کے قول کو ترک نہیں کیا: ”وانزلوہ منزلة الرسول“ اور انہیں رسول کے مقام و منصب پر فائز کر دیا۔ اگر ان پر کوئی ایسی نص پیش کی جائے جو قول امام کے خلاف ہو تو وہ اسے رد کرنے کے لیے بے جا تاویلیں کرتے ہیں۔ [الاتباع: ۳۰]

۸: قاضی عیاض رقم طراز ہیں: بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جس امام کے مذہب کی تقلید کی جائے ”کالنبی علیہ السلام مع امتہ لا یحل لہ مخالفتہ“ وہ اسی طرح ہے جیسے نبی امت کے لیے ہوتا ہے کہ اس کے لیے اس کی مخالفت حلال نہیں۔

[ترتیب المدارک: ۱/۷۸]

کس قدر جسارت ہے کہ پہلے امام خود بنایا پھر اس کو نبی کے درجے پر رکھا اور قرآن و حدیث کے مقابل ان کی بات کو ماننا یہ تو بین رسالت نہیں تو اور کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے عقیدے اور ایسی اندھی تقلید سے محفوظ فرمائے۔

### امام کی پیدائشی صفات:

ان حضرات نے اپنے ائمہ کی پیدائشی صفات میں بھی عجیب داستانیں بنا رکھی ہیں۔ آپس میں تضادات ہی اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ چند نمونے حسب ذیل ہیں:

(i) حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ جب امام پیدا کرنا چاہتا ہے تو فرشتے کو حکم دیتا ہے، وہ عرش کے نیچے سے پانی کا ایک چلو لے کر امام کے باپ کو پلاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے امام کو پیدا فرماتا ہے۔ پس وہ اپنی ماں کے پیٹ میں ۴۰ دن رات ٹھہرا رہتا ہے اس دوران وہ آواز نہیں سنتا پھر اس کے بعد وہ کلام سنتا ہے جب پیدا کیا جاتا ہے تو اس فرشتے کو بھیجا جاتا ہے وہ اس کی آنکھوں کے درمیان لکھ دیتا ہے:

وتمت کلمۃ ربك صدقاً وعدلاً لا مبدل  
لکلمتہ وهو السميع العليم .

[اصول کافی: ۳۸۷/۱]

(ii) علامہ مجلسی حسن عسکری سے روایت لکھتے ہیں کہ ”ہم ائمہ کرام جو پیغمبروں کے وصی ہیں ہمارا حمل ماؤں کے پیٹ، رحم میں قرار نہیں پاتا بلکہ ہمارا قرار تو ماؤں کے پہلوؤں میں ہوتا ہے اور ہم رحم سے باہر نہیں آتے بلکہ ماؤں کی رانوں سے پیدا ہوتے ہیں کیوں کہ ہم خدا کے نور ہیں۔ لہذا ہم کو گندگی اور غلاظت و نجاست سے اس نے دور رکھا ہے۔“ [ترجمہ از فارسی حق الباقین، ص: ۱۲۶ طبع ایران]

پہلی اور دوسری روایت میں واضح تضاد ہے ایک میں ماں کے پیٹ میں قرار کا بیان ہے اور دوسری میں نفی بیان کرنے والے دو امام، سچا کون اور جھوٹا کون فیصلہ انہی پر اور نظریہ معصومیت کی حقیقت بھی واضح ہو جائے گی۔ نیز امام اگر اسی طرح پیدا ہوتا ہے تو اس کے متعلق یقین ہونا چاہیے لیکن سابقہ صفحات میں بیان ہوا کہ امامت میں جھگڑا تھا وہ کیوں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ خود ساختہ داستانیں ہیں۔

(iii) امام چارزانو ہو کر پیدا ہوتا ہے، زمین پر گھومتا ہے تو قبلہ رخ ہی ہوتا ہے۔ تین مرتبہ چھینک لیتا ہے، اپنی انگلی سے حمد کا اشارہ کرتا ہے۔ اس کے اوپر نیچے کے رباعی دانت اور داڑھیں نکلی ہوتی ہیں۔ اس کے سامنے سونے کے ٹکڑے کی طرح نور ہوتا ہے وہ ایک دن رات اس طرح ٹھہرتا ہے کہ اس کے ہاتھ سونا بہاتے ہیں۔ انبیاء بھی ایسے ہی پیدا کیے جاتے ہیں۔ [اصول کافی: ۳۸۸/۱]

(iv) جب امام پیدائش کے وقت زمین پر آتا ہے تو ہتھیلیوں پر ٹیک لگائے ہوتا ہے، بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھتا ہے۔

[اصول کافی: ۳۸۸/۱، کتاب الخصال للقمی، ص: ۵۲۷]

[جاری ہے]



### انتقال پر ملال

حضرت مولانا حبیب الرحمن یزدانی شہید رحمہ اللہ کی ہمیشہ محترمہ عابدہ یزدانی ۱۸ جنوری ۲۰۱۱ء بروز منگل طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون..... مرحومہ مبلغہ و مقرر خاتون تھیں۔ خواتین کے جماعتی جلسوں و تقاریب میں ان کا بیان خاصا معروف تھا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے بھی ان کی خدمات بہت ہیں۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

[ناظمہ جامعہ سلفیہ اہل حدیث للذات چوک بیگم کوٹ۔ لاہور]

### تقریب سعید تکمیل حفظ القرآن

جامع مسجد محمدی اہل حدیث شیخ کالونی فیصل آباد میں ۹ جنوری ۲۰۱۱ء کو حافظ محمد منیب بٹ اور حافظ عبدالرحمن کو اللہ کریم نے حفظ القرآن کی سعادت سے نوازا۔ اس موقع پر ایک سادہ تقریب میں محترم خطیب ایشیا قاری عبدالحفیظ صاحب (خطیب مسجد ہذا) نے طلباء کو نصیحت اور وعظ فرمایا۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ کریم حفظ قرآن مکمل کرنے والے بچوں کو باعمل بھی بنائے، آمین۔

[قاری) حبیب اللہ بسمل (مدرس)]

## مرزا قادیانی مہدی موعود کیوں نہیں

عطا محمد جتوہ

نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سراپنی ران پر رکھ لیا پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی جس کی نسبت یہ بتلایا گیا کہ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔“ [براہین احمدیہ، حصہ چہارم، پہلی فصل، ص: ۳۱۶، از مرزا قادیانی] پورے یقین اور وثوق سے کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی پر شیطانی الہام ہوتا تھا۔ میں اُس کی بے غیرتی و بے حیائی کی مثال دیتا ہوں جس میں اُس نے ماں کی عزت و شرم کو بے پردہ کیا۔ لکھتا ہے: ”میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ سے نکلی اور بعد میں اس کے میں نکلا..... اور میرا سر اُس کے پاؤں میں تھا۔“

[تزیان القلوب، ص: ۱۵۷، از مرزا قادیانی] اس قسم کی بے حمیتی کا مظاہرہ کرنے والا مرزا قادیانی مسیح موعود کیسے ہو سکتا ہے جن کی کوئی بہن ہی نہ تھی۔ شیعہ اور اہل سنت کا اس امر پر تو اتفاق ہے کہ قیامت سے قبل امام مہدی آئیں گے مہدی کا ظہور کس طرح ہوگا اس بارے شیعہ سنی اختلاف ہے۔

اہل سنت کے نزدیک امام مہدی قیامت کے قریب حسن بن علی کی نسل سے پیدا ہوں گے جن کا نام محمد بن عبد اللہ ہوگا جب مرزا نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اہل سنت علماء نے فوراً نوٹس لیا چوں کہ مرزا نے جس حدیث کو جواز بنا کر مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اسی میں مذکور ہے۔ وہ مسلمانوں کی قیادت کرتے ہوئے عیسائیوں کے خلاف جہاد کریں گے۔ [باقی صفحہ نمبر ۳۲ پر]

قادیانی جہاں زمیندار، مل مالکان اور افسران کی صورت میں با اثر ہوتے ہیں وہ عموماً مسلمانوں میں قادیانیت کا پرچار کرتے ہیں۔ خدا نخواستہ اگر کوئی مرزائی آپ کو دعوت دے تو ایمانی جرأت سے کام لے کر اُسے کہیں کہ آپ اور آپ کے خاندان کے اہل وعیال کل رات خواب میں مجھے ملنے آئے تھے۔ میں اُس وقت نیم بیداری کی حالت میں تھا۔

مخاطب کی عمر کی نسبت سے کہیں کہ آپ کی والدہ، بہن، بیٹی نے مجھے بلایا۔ سب کے سامنے میرا سراپنی ران پر رکھا مجھے پیار کیا اور تحفہ دیا۔ اگر اُس قادیانی میں ذرا سی بھی غیرت ہوئی تو وہ غصہ سے لال پیلا ہو جائے گا اور بدکلامی پر اتر آئے گا۔ تو آپ اُسے جواب دیں میں نے واقعی جرم کیا ہے۔ میں آپ کی غیرت کو داد دیتا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہاتھ پائی پر اتر آئے ہو۔ لیکن آپ جذبات پر کنٹرول کریں۔ جناب اگر کوئی بے ایمان شیطان خاتون جنت فاطمہ الزہراء کے بارے کہے جن کے بال کو سورج نے نہیں دیکھا۔

مرزا اپنا شیطانی کشف لکھتا ہے:

”ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں ایک تھوڑی سی غنیت جس سے جو خفیف نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ پہلے ایک دفعہ چند آدمیوں کے جلو آنے کی آواز آئی جیسے بہ سرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے پھر اُسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور معتدل اور خوب صورت سامنے آ گئے۔ یعنی جناب پیغمبر خدا ﷺ، حضرت علی و حسین و فاطمہ زہرا علیہم السلام اور ایک نے اُن میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام

## صنف نازک کا قتل

قاری بشیر احمد جھنگیل

اس نے تیار کر دیا، ماں کی مامتا نے کیسے تیار کیا ہوگا، سوچ کر کلیجہ پھٹتا ہے۔ نہلایا ہوگا، کپڑے پہنائے ہوں گے، چھپ چھپ کر چوما ہوگا، سینے سے لگا کر پھر خاوند کے ساتھ کیسے رخصت کیا ہوگا اور جی ہاں! باپ انگلی کے ساتھ لگائے چل پڑا۔ کندھے پہ کسی یا کدال رکھ لیا۔ اس معصومہ کو کیا خبر کہ باپ کدھر لے جا رہا ہے۔

پھر آخر وہ مقام آن پہنچا جہاں اس معصوم بچی کو زندہ دفن کرنا تھا۔ باپ گڑھا کھودنے لگ گیا وہ معصوم ہاتھوں سے مٹی ہٹانے لگ گئی۔ باپ سے تعاون کرنے لگ گئی۔ جی ہاں! بیٹیوں کے دل بہت نرم ہوتے ہیں۔ وہ ماں باپ کے دکھوں اور تکلیفوں کو برداشت نہیں کر سکتیں۔ بیٹیوں کو باپ سے کس قدر محبت ہوتی ہے یہ باپ اور بیٹی ہی جانتے ہیں۔ بیٹیاں بیٹوں سے بڑھ کر باپ سے محبت کرتی ہیں۔ جب گڑھا کھودا جا چکا، سنگدل باپ نے اپنے لخت جگر کو پکڑا اور گڑھے میں پھینک دیا۔ اوپر مٹی ڈالنا شروع کر دی۔ وہ شور کرتی رہی، ابو ابو پکارتی رہی۔ شاید اس نے کہا ہوگا: ابو میں آپ سے پیسے نہیں مانگتی، روٹی نہیں مانگتی، کپڑے کا سوال نہیں کرتی، ابو مجھے چھوڑ کر نہ جا۔ ابو میں نے کیا جرم کیا، میں نے کوئی ایسی حرکت کی جو آپ کو پسند نہ ہو تو آئندہ ایسا نہ کروں گی۔ ابو کوئی غلطی ہوگئی تو معاف کر دو، مگر یوں تو نہ کرو۔

ہاں وہ چلاتی رہی فریاد کرتی رہی۔ اس کا باپ رحمۃ للعالمین ﷺ کے سامنے اعتراف کرتا ہے کہ میں سنگدل تھا۔ میں نے اس کی ایک نہ سنی اور پر مٹی ڈال دی اور پھر میں واپس آ گیا۔ وہ منظر نہیں بھولتا، جان نہیں چھوڑتا، میری معصومہ کی چیخیں اب بھی گویا مجھے سنائی دیتی ہیں اور مجھ سے سوال کرتی ہیں کہ ابو تو نے مجھے کس جرم میں قتل کر دیا۔ اس واقعہ کو سنتے وقت رحمۃ للعالمین کی حالت بھی اداسی اور غم میں بدل گئی۔

اللہ کے نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ وہ بہت تذبذب اور پریشانی کا شکار تھا۔ اس نے ڈرتے دل اور کانپتے ہونٹوں سے نبی مکرم ﷺ سے سوال کیا:

اے اللہ کے نبی ﷺ! میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں کیا میرا وہ گناہ معاف ہو سکتا ہے جو مجھے جین نہیں لینے دیتا۔ جس گناہ کی وجہ سے میں راتوں کو سو نہیں سکتا۔ جب اس نے اپنے ظلم کی کہانی سنائی تو رحمت للعالمین ﷺ زار و قطار رو دیئے۔ اس آدمی نے اپنے جرم کی یوں تفصیل سنائی:

میں ایک دفعہ سفر کو جانے لگا میری بیوی حمل سے تھی۔ میں نے اسے حکم دے دیا کہ اگر بیٹا پیدا ہو تو اسے زندہ رکھ لینا اگر بیٹی پیدا ہو تو زندہ درگور کر دینا۔ اے اللہ کے نبی ﷺ! میں کئی سال تک گھر سے باہر رہا جب گھر آیا تو میرے گھر میں ایک خوب صورت معصوم سی گڑیا چل پھر رہی تھی۔ تو تلی زبان سے چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی تھی۔ میں نے اس لڑکی کے متعلق اپنی گھر والی سے پوچھا تو وہ کچھ ہچکچاہٹ کا شکار ہوئی۔

میرے اصرار پر کہنے لگی کہ اے میرے سر کے تاج یہ آپ ہی کی بیٹی ہے۔ میرے تن بدن میں آگ سی لگ گئی میں غصے سے پاگل ہو رہا تھا، میرے دل میں طرح طرح کے خیال آنے لگے۔ میں نے سوچا میں اپنے دوستوں اور قوم کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ کیوں کہ ہم بیٹی کو باعث ندامت سمجھتے تھے۔ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنا قابل فخر بات سمجھی جاتی تھی۔ لہذا مجھ پر جاہلی عصبیت غالب آ گئی۔ جاہلی طور و اطوار کے مطابق میں نے اپنی معصوم بیٹی کو قتل کر دینے کا ارادہ کر لیا۔ میں نے اپنی بیوی کو آگاہ کیا کہ وہ جلد اپنی اس بیٹی کو تیار کر کے میرے ساتھ روانہ کر دے تاکہ میں اس کو کسی جنگل میں مٹی میں دبا دوں۔



آپ کا سر مبارک جھکا ہوا تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی رواں ہو گئی، ڈاڑھی مبارک تر ہو گئی۔

ایک اور آدمی آیا، اس نے اپنی جہالت کا واقعہ بیان کیا کہ وہ اتنا سنگدل تھا کہ اس نے اپنی دس بیٹیوں کو یکے بعد دیگرے ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ اس سے میرے حوصلوں کے پہاڑ نبی ﷺ بھی رونے لگے۔ ایسے ظالموں اور سنگدلوں سے کل قیامت کے روز رب کریم بات تک نہ کریں گے۔ ایسے ظالم لوگ جنہوں نے اپنی ذاتی انا فرسودہ رسوم کی خاطر بے گناہ معصوموں کو قتل کر دیا۔ تبھی تو مالک الملک نے سورۃ تکویر کی آیت ۸، ۹ میں فرمایا:

”اور اللہ جب زندہ گاڑھی ہوئی بچی سے پوچھے گا تجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔“

غور فرمائیے! اللہ کس قدر غضبناک ہیں کہ قیامت کے دن قاتل کی طرف روئے سخن ہی نہیں کیا۔ روئے سخن مظلوم کی طرف ہے کہ تجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا گیا۔ غضب کا یہ آخری درجہ ہے کہ رب کریم اس ظالم و سنگدل سے کلام تک نہ کرے گا اور اس غصے کا اظہار قیامت کے دن ہوگا۔

بے گناہوں معصوموں اور صنف نازک کا قتل جہالت میں ایک معمولی سی بات تھی۔ اس وقت کی بات ہے جب لوگ دین اسلام سے محروم تھے۔ تاریکیوں اور اندھیروں کا دور تھا، ہر طرف گمراہی اور ضلالت کے سیاہ بادل تھے۔ یہ اس معاشرے کی بات ہے جو معاشرہ ذلت کی انتہا تک غرق تھا۔ عورت کو صرف غلام سمجھ کر اس کی کوئی حیثیت نہ تھی اور ان پر ہر طرح کا ظلم روا رکھا جاتا تھا۔

آج کل جب کہ ہمارے معاشرے کو تہذیب یافتہ تعلیم یافتہ اور ترقی یافتہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود جہالت میں مبتلا ہیں۔ تہذیب و اخلاق سے تہی ہو چکے ہیں۔ اپنے آپ کو روشن خیال اور جدت پسند سمجھنے والوں کے دماغ کے دریچے ابھی تک اندھیروں کے حصار میں ہیں۔ ان پر یہود و ہنود کے کلچر و رواجات کی تہیں جمی ہوئی ہیں۔ انہیں نہ تو دین کا خیال ہے نہ کسی کے درد دکھ کا احساس ہے۔

اس لیے آج بھی جاہلی معاشرے کی طرح بیٹیوں کو زندہ درگور کر دینا بہادری اور جوان مردی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

آئے روز پاکستان میں عورتوں کے قتل کی واردات ہوتی رہتی ہیں، جن کے اعداد و شمار بہت زیادہ ہیں۔ یقیناً ہر قتل کے بعد دکھ درد کی کہانی شروع ہو جاتی ہے۔ میری مراد درد کی اس کہانی سے ہے جس کی خبر ۲۱ دسمبر کے نوائے وقت میں چھپی کہ ایک وحشی اور سنگدل نے ۲۱ روزہ حافظہ قرآن دلہن کو صرف اس لیے گولی مار کر قتل کر دیا کہ اس بے چاری کے والدین اسے جہیز میں کار نہ دے سکے۔ ایسے جوانوں پر بہت افسوس ہوتا ہے۔

اے ظالم انسان! تو تو مرد کہلانے کا حق دار بھی نہیں ہے۔ تیری یہ جوان مردی اور بہادری تو نہیں کہ ایک معصوم کو لالچ اور ہوائے نفس میں قتل کر دے۔ آج تو نے جس مردانگی کو شرمادیا۔ کیوں کہ تو مرد ہے اللہ نے کمانے کی ذمہ داری تجھ پر ڈالی ہے۔ کتنی شرم کی بات ہے تو اپنی بیوی سے یہ امید رکھتا ہے۔ ایک کمزور اور صنف نازک سے بھکاری بن کر زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ افسوس صد افسوس تو نے اسے اس مجبوری کی اتنی بڑی سزا دی ہے۔

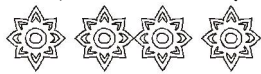
اے ظالم انسان کبھی تو نے سوچا کہ اس جہاں میں صنف نازک تو حسین و جمیل کائنات کی رنگ و بو ہے۔ اس جہان کی رونق، دلکشی اور دلربائی تو اسی کے دم سے زندہ ہے۔ اس کی مسکراہٹیں کائنات کا حسن ہیں کہ کلیاں جس سے چٹختے کا سلیقہ سیکھتی ہیں۔ غزال جس سے چوکرٹیاں بھرنا سیکھتی ہیں۔ دریاؤں اور سمندروں کی روانی جس سے پر سکون انداز میں بہنا سیکھتی ہے۔ صنف نازک تو وہ پھول ہیں کہ جن کو تیز دھوپ سے بچانا بھی ضروری ہے۔ یہ تو وہ (قواریر) آگینے ہیں کہ ہدی خواں کی ذرہ برابر غفلت سے اور کاروان کی ذرہ سی تیز رفتاری سے، جن کے ٹوٹنے کا خدشہ لگا رہتا ہے۔

یہ تو سیپ میں بند وہ موتی ہیں جن کی قدر جو ہری ہی جانتا ہے۔ ایسے موتی کہ جب خود روشن ہوتے ہیں تو اپنے گرد و نواح کو بھی روشن و تاباں کر دیتے ہیں۔ یہ تو پہلی رات کا چاند ہے کہ جس کی روشنی ہر روز

انسانیت کے قتل میں حصہ لیا ہے، لیکن مجھے یہ بتانا کہ میرا کیا قصور تھا، میں نے کیا جرم کیا تھا، میں نے تیرا کیا بگاڑا تھا۔ کسی کے گھر بیٹی پیدا ہونے کا جرم میں نے نہیں کیا، یہ اوپر والے کی دین ہے وہ جس کو جو چاہتا ہے دیتا ہے۔ پھر عورتوں پر ظلم کیوں روا رکھا جاتا ہے اور پھر تو نے مجھے کس جرم کی سزا دی ہے۔ آخر میں، میں اپنے ان بھائیوں سے عرض کرنا چاہتا ہوں جو بھائی اپنے مرد ہونے کے نشے میں عورتوں پر ظلم کرتے ہیں، اللہ کے غصے سے ڈر جائیں۔ کیوں کہ مظلوم کی آہ اللہ کے دربار میں سنی جاتی ہے۔

اپنی بیویوں پر ظلم کرنے والو! اپنی بیٹیوں کو جن کو پھول کی پنکھڑیوں کی طرح نرم و نازک سمجھتے اور پالتے پوتے ہو، ان پر ظلم کرنے سے رک جاؤ۔ اس لیے کسی دوسرے کی بیٹی یعنی آپ کی بیوی پر ظلم حقیقت میں آپ کی اپنی بیٹی پر ظلم کا باعث بن جاتا ہے۔ اس لیے مکافات عمل کے تحت جب ان کی بیٹیاں بیاہ کر دوسرے گھر جاتی ہیں اور ان کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے تو اس وقت باپ کا دل مٹھی میں آ جاتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی بیٹیاں رانی بن کر سکون و چین سے دوسرے گھر میں راج کر سکیں تو آج ہی اپنی شریک حیات جیون ساتھی پر ہاتھ اٹھاتے وقت ظلم کرتے وقت سو بار سوچ لیں کہ کہیں آپ کے ان گناہوں کی سزا آپ کی اولاد کو تو نہ بھگتنا پڑے گی!!



### اعلان

مدرسہ تدریس القرآن والحدیث للبنات ون پورہ لاہور کا سالانہ اجتماع برائے دعوت و تبلیغ اور تقسیم اسناد و انعامات کا انعقاد ۲۶ فروری ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ کو کیا جائے گا (ان شاء اللہ)۔ اجتماع میں پہلی نشست دعوتی خطابات، دوسری نشست تقسیم اسناد و انعامات اور تیسری نشست سابقہ طالبات کے لیے مختص ہوگی۔

تفصیلات کے لیے رابطہ نمبر: 042-3728093

0321-4773776, 042-36278550

پہلے سے زیادہ ہوتی جاتی ہے اور عالم کو بقدر نور کرتی جاتی ہے۔

یہ تو ایک بیٹی ہے، بہن ہے، تیری جنت کا راستہ تیری ماں ہے۔ یہ تو تیرے لیے آرام و سکون کا باعث ہے۔ ایسے پھولوں سے خوشبوؤں کی لپٹیں لے اور پھر ان کو مٹل دے۔ ایسی کرنوں سے روشنی حاصل کر لے پھر بچھانے کے درپے ہو۔ ایسے موتیوں اور ہیروں کی قدر کرنے کی بجائے ان کو توڑ دیا جائے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ کہاں کی عقل مندی اور دانش مندی ہے۔ کیسی جوان مردی اور دلیری ہے۔

اے سنگدل بے ضمیر انسان! تو نے ایک قتل نہیں کیا بلکہ کئی ایک کے ارمانوں کا خون بھی کیا ہے۔ اس باپ کی خواہشات کا جو گرم سرد موسموں کا مقابلہ کر کے اپنی خون جگر کو کھلاتا پلاتا رہا۔ اس ماں کا جو اپنا آرام و سکون قربان کر کے بیٹی کو پالتی پوتی ہے۔ سینے پہ سلا کر لوریاں دیتی رہی۔ جب یہ بیٹیاں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتی ہیں، مائیں رات کو سونا چھوڑ دیتی ہیں، رات کے پچھلے پہر اٹھ کر مالک کے سامنے گر گڑا تھاتی ہیں۔ غور کریں، یہ ماں کیوں رو رہی ہے، بلکہ رہی ہے، سسک رہی ہے، آہ و زاری کر رہی ہے، فکر مند و پریشان ہو رہی ہے، گن گن کر دن گزار رہی ہے۔ صرف اس لیے کہ اس کی بچیوں کا وقت پر کہیں گھر بس جائے، ماں جو ہوئی۔ ماں بچیوں کی خوشیوں پر قربان ہو جاتی ہے۔ جب کسی بیٹی کے ایام رخصتی قریب آ جاتے ہیں تو والدین کی آرزوؤں کے آنگن میں مسرتوں کے پھول کھلنا شروع ہو جاتے ہیں۔

اے گمراہ و جاہل انسان! مقام غور ہے کہ جو بیٹی آپ کو پوری زندگی کے لیے دکھ سکھ کا شریک بنا کر امانت دی تھی تو آپ نے اس سے کتنا ظالمانہ رویہ اختیار کیا۔ آپ کے ایسے غلط رویوں کی بنا پر کتنی بیٹیاں دلہن بننے سے پہلے ہی زندہ درگور ہو جاتی ہیں اور یہ بھی سوچیں کہ اللہ آپ کو بھی پیاری سی بیٹی دے کر آزمائش میں ڈال سکتا ہے۔

اے ظالم اس معصومہ کا خون تمہارا اگر بیان پکڑ کر زبان حال سے یہ مطالبہ کر رہا ہے کہ رسم و رواج پر مبرا، تہذیب و ثقافت، تہذیب و تمدن کے یہ غیر شرعی اور غیر عقلی گورکھ دھندے کی آڑ میں آپ نے



مسلك محدثين کے منفرد داعی، علم حدیث کے ایک خدمت گزار

## مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ

پروفیسر عبدالعظیم جانباز (سیالکوٹ)

ایک دوسری حدیث میں نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ نے یہ بھی وضاحت فرمادی ہے کہ علم کس طرح اٹھایا جائے گا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء .

[صحیح بخاری، رقم: ۱۰۰]

یعنی ”اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں قبض کرے گا (اٹھائے گا) کہ اسے بندوں سے چھین لے بلکہ وہ علم کو اس طرح اٹھائے گا کہ علماء کو اٹھا لے گا۔“

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا کی زندگی علم سے ہے، اور علم کا اٹھ جانا اس کائنات کے لیے پیغام اجل ہے، شاید اسی لیے کسی نے کہا اور بالکل صحیح کہا:

موت العالم موت العالم .

”عالم کی موت عالم (جہاں) کی موت ہے۔“

والد محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز رحمۃ اللہ (۱۳ دسمبر ۲۰۰۸ء) بروز ہفتہ طویل، پر مشقت اور شبانہ روز دینی و علمی جدوجہد سے معمور زندگی گزار کر، اب ہمیشہ کے لیے دنیا کے جھمیلوں سے نجات پا چکے ہیں۔ وہ خالص توحید کا گلدستہ دامن میں لیے اپنے خالق حقیقی کے ہاں پہنچ گئے ہیں۔ علم کا ایک چراغ تھا جو بجھ گیا۔ قرآن و حدیث بیان کرنے والی، قلب و روح کو منور کرنے والی صدا خاموش ہو گئی۔ لیکن پیغام حق زندہ تابندہ ہے۔ آپ معارف و علوم کا بہت بڑا خزانہ تھے، جس سے لاکھوں انسانوں نے استفادہ کیا۔ اب وہ ہمیں چھوڑ کر وہاں چلے گئے ہیں جہاں بالآخر ہم سب کو جانا ہے۔ ان کی وفات

”یہ جہان فانی ہے“ مختصر سا جملہ ہے۔ لیکن اس کے معنی برحق ہونے کی شان یہ ہے کہ تمام دنیا اس کی قائل ہے اور دنیا کے اس پر ایمان نہ رکھنے کی کوئی بھی جہ نہیں کہ جس نے یہ دنیا بنائی اس کا اعلان ہے۔

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [الفصص: ۸۸]

”ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کی ذات کے، فرماں روائی اسی کی ہے اور اس کی طرف تم سب پلٹائے جانے والے ہو۔“

ایک دوسرے مقام پر ارشاد بانی ہے کہ

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَسْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ

وَالْإِكْرَامِ﴾ [الرحمن: ۲۸]

”ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہونے والی ہے اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد ﷺ نے اسی فنا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

بعثت انا والساعة كهاتين .

”میں اور قیامت دو انگلیوں کی طرح بھیجے گئے ہیں۔“ (کہ جس طرح شہادت کی انگلی میں تھوڑا سا فرق ہے، اسی طرح میرے بعد جلد ہی قیامت آنے والی ہے۔)

رسول اکرم ﷺ نے قرب قیامت کی نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ان من اشراط الساعة ان يرفع العلم .

یعنی ”قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ علم اٹھایا جائے گا۔“ [صحیح بخاری، رقم: ۸]

حمیدہ سے معمور ان کی شخصیت بڑی پرکشش تھی۔ ان کی بودوباش اور وضع قطع انتہائی درویشانہ تھی۔

مولانا جانناز رحمہ اللہ نے رائج سیاست میں کبھی حصہ نہ لیا۔ سیاست کو جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا کھیل سمجھتے تھے اور اسلامی انقلاب میں بڑی رکاوٹ، اس لیے ہمیشہ سیاست سے کنارہ کش رہے۔ ایک دفعہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ آخر پاکستان کا مسئلہ کیا ہے؟ کرپشن، بدعنوانی، اقربا پروری، نوکر شاہی، اشرافیہ کی اجارہ داری، مارشل لاء..... مگر ان کا ایک ہی جواب تھا قرآن و سنت سے دوری۔ یہاں تک فرماتے تھے کہ اپنی بد اعمالیوں اور خدا سے کیے گئے عہد سے بے اعتنائی برتنے کی وجہ مغضوب علیہم کا مصداق آج کل یہودیوں کی بجائے مسلمانوں کو سمجھنا چاہیے۔

وہ اسلام کے محض مذہب ہونے کے نہیں بلکہ دین ہونے کے زبردست حامی اور داعی تھے۔ مولانا خود بیان کرتے ہیں کہ ”مذہب ایک جزوی حقیقت ہے۔ یہ صرف چند عقائد اور کچھ مراسم عبودیت کے مجموعے کا نام ہے جب کہ دین سے مراد ایک مکمل نظام زندگی ہے، جو زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو۔ گویا مذہب کے مقابلے میں دین ایک بڑی اور جامع حقیقت ہے۔ اس میں عقائد کا عنصر بھی ہے، ایمانیات ہیں، پھر اس کے مراسم عبودیت ہیں، نماز، روزہ ہے، حج اور زکوٰۃ ہے لیکن ساتھ ہی اس کا اپنا معاشرتی نظام، معاشی نظام اور سیاسی نظام بھی۔ چنانچہ یوں کہا جائے کہ اسلام صرف مذہب نہیں دین ہے۔“

والد محترم رحمہ اللہ نے مزید فرمایا کہ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ ہمارے دین کے ہم سے تین بنیادی تقاضے ہیں۔ سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ اپنی انفرادی زندگی میں شریعت اسلامی کی پوری پابندی کریں اور بندگی رب کا حق ادا کریں۔ اس کے بعد بحیثیت امت مسلمہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ دین کی دعوت و تبلیغ میں اپنا وقت، صلاحیت اور قوت صرف کریں۔ پھر اس کے بعد دین کو ایک نظام کی حیثیت سے بالفعل قائم

ایک علم کے چراغ کا گل ہونا ہے۔ بلاشبہ علم و آگہی کا یہ چراغ تاباں چارداگ عالم میں ہزاروں چراغوں کو روشنی بخش کر گل ہو گیا۔ علم کا ایک پہاڑ زیر زمین چلا گیا۔ ایک ایسی ہستی جس پر علم کونا تھا، اس جہاں فانی سے کوچ کر گئی۔ آسمان تیری لحد پر شبنم آفشانی کرے، آمین۔

سابق ایم پی اے ارشد محمود بگو، مولانا جانناز رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”مولانا نے نہ صرف اپنی پوری فکر بلکہ اپنا پورا وجود دین کے لیے وقف کیا ہوا تھا اور بلاشبہ ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر خدا یاد آتا ہے۔ ان کی ملاقات سے قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ مولانا جانناز رحمہ اللہ ایک بالغ نظر محقق، مفکر، دانشور و مصلح اور بہترین صاحبِ قلم تھے۔ وہ مسلک اہل حدیث کے مایہ ناز عالم دین تھے۔ ان کے علم کی بنیاد علمی استعداد بہت مستحکم تھی۔ خاندانی اور دینی مدارس کی تعلیم و تربیت کا ثمرہ ہی تھا کہ آپ دینی تہذیب، علمی رسوخ کے ساتھ تواضع اور عجز و انکساری کے پیکر تھے۔“

آپ بہترین خطیب و استاد، صاحب بصیرت فقیہ اور نکتہ رس ادیب تھے۔ ان کا بیان سننے والا ان کی فہم قرآن و سنت کی قابلیت اور شرعی و فقہی موضوعات پر ان کے عبور سے دنگ رہ جاتا تھا۔ مولائے کریم نے مرحوم کو سلیس، مرتب، مدلل اور مربوط بیان کی صلاحیت سے نواز رکھا تھا۔ سننے والا پر مغز معلومات اور عقل و منطق کے دلائل کے سبب مرصع ان کے بیان میں کھو جاتا تھا۔ ان کی شخصیت بالعموم ملک و ملت اور بالخصوص مسلک اہل حدیث کا قیمتی اثاثہ تھی۔ غیر مسلک کے لوگ بھی آپ کے علم و فضل اور بصیرت سے بہت متاثر تھے اور آپ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی پوری زندگی میں حکمت کے ساتھ دعوتِ دین کا کام جاری رکھا۔ ان کی متعدد و قیع تصانیف شائع ہو کر منصفہ شہود پر آچکی ہیں جو ان شاء اللہ علم دوست اور طالبانِ حق کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔ ان کا انداز گفتگو شیریں، شگفتہ اور ظرافت سے مملو ہوتا تھا۔ خاکساری، تواضع اور شفقت کے اوصاف

ہوا کرتے ہیں۔

ہر موت اپنے لواحقین کے لیے یہ پیغام چھوڑ جاتی ہے کہ جلد یا بدیر آپ نے بھی مجھے وہاں آ کر ملنا ہے، جہاں ہم سب بے بس، اپنے مولا کی مغفرت کے منتظر ہوں گے۔ مولانا موصوف دنیا سے دارالبقا کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ اس عارضی زندگی کی بہاروں اور گلوں کی خوشبو سے منہ موڑ کر دائمی بہار، سدا خوشبوؤں اور مہکتے گلستانوں میں براہمان ہو گئے ہیں۔ اپنے ہر تعلق رکھنے والوں کو چھوڑ کر اپنے مولانا کے حضور حاضر ہو چکے ہیں۔ پھر موت تو کوئی نئی چیز نہیں، موت تو ہر ایک کو آتی ہے۔ موت کے قانون سے تو کوئی مستثنیٰ نہیں جو بھی آیا ہے اسے اپنا وقت پورا کر کے اس دنیا سے رخصت ہو جانا ہے۔ موت زندگی کی سب سے بڑی محافظ ہے۔ ہم سب اس کی امانت ہیں۔

آئی ہے اجل دور سے اک سانس کو لینے  
پل بھر کو تو ہو جائے نگاہوں میں اُجالا  
مولانا جانناز رحمۃ اللہ علیہ ایک شجر سایہ دار تھے۔ آپ اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں لیکن آپ کا مشن جاری ہے۔ اشاعت قرآن وحدیث اور اقامت دین کے لیے آپ نے جو ادارہ (جامعہ رحمانیہ ابراہیمیہ) قائم کیا ہے، ان شاء اللہ آپ کے مشن کو آگے بڑھاتے رہیں گے۔ آپ کے شاگرد اور رفقاء دین کی جدوجہد آپ کے لیے صدقہ جاریہ اور خود رفقاء کے لیے نجات کا ذریعہ بنے گی، ان شاء اللہ، دنیائے علم میں آپ کی وفات ایک حادثہ ہے۔ ایک مجلس کمال تھی جو برخاست ہو گئی، ایک شیرازہ حیات تھا جو بکھر گیا، ایک خوب صورت راستہ تھا جو موت کے دھندلوں میں کھو گیا۔ ہماری طرف سے سفر آخرت مبارک ہو۔

ہماری دعا ہے کہ پروردگار عالم مرحوم کے درجات بلند کرے، ان کی قبر پر اس کی رحمت کا سایہ ہو۔ امید ہے ان کے ساتھ وہی معاملہ ہوا ہوگا جسے قرآن پاک نے یوں بیان کیا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۖ فَادْخُلِي فِي عِلِّيِّ ۖ وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾ [الفجر]

کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں، تاکہ دنیا کے سامنے اس کی ایک مثال آئے کہ اسلام کیا تعلیمات دیتا ہے، جو آج کہیں نہیں ہے۔ تو اصل میں جب تک ہم اپنا مقصد زندگی اس کو نہیں بنائیں گے کہ ہم نے دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنی ہے، دین کے بنیادی تقاضے پورے نہیں ہوں گے۔ یہ کام انقلابی جدوجہد کے بغیر ممکن نہیں۔ بقول علامہ اقبال

شب گریزاں ہوں گی آخر جلوہ خورشید سے  
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے  
معروف قلم کار جناب ملک عبدالرشید عراقی صاحب مولانا جانناز رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

”وہ اس عہد ستم گار میں نہ صرف قرونِ اولیٰ کی ایک نایاب خوشبو کی مانند تھے بلکہ اس کہکشاں کا ایک روشن ستارہ بھی تھے۔ اپنے عہد کے درویش، اجلے ذہن، اجلی سوچ، انتہائی سادہ مگر اجلے لباس، اجلی گفتگو، اجلے دامن اور اجلے کردار کے حامل، شرافت اور نجابت کی ایک تصویر، صاف دل، صاف گو، راست فکر، راست کلام، نہ کوئی اونچ نیچ، نہ کوئی سیاسی کرتب، نہ منافقانہ مصلحت کشی، نہ فریب، نہ دہراپن، کھری بات کہنے والے کھرے انسان مردِ مطلوب، پاک دل و پاکباز۔“

جماعتی اور مسلکی عصبیتوں سے بے نیاز ہو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی بنیادی تعلیمات کے حوالے سے لوگوں میں دینی بیداری پیدا کی۔ ان کی ایک ہی لگن اور جستجو تھی کہ مسلمان رب کی عبادت کرنے والا ہو جائے۔ دین اسلام کا داعی اور مبلغ بن جائے اور اقامت دین کا فریضہ انجام دے۔ وہ اپنے تمام محاسن و کمالات کے ساتھ ہمیشہ کے لیے رخصت ہو چکے ہیں، قضاء و قدر کا فیصلہ اٹل ہے جس کے سامنے ہر صاحب ایمان سر تسلیم خم کرتا ہے۔ ان کی وفات کا سانحہ کسی مخصوص خاندان کا صدمہ نہیں ہے، ہر صاحب فکر و نظر کا صدمہ ہے جس پر وہ تعزیت کا مستحق ہے۔ ایسے علمائے کرام کسی بھی معاشرے کا عظیم اثاثہ

## یہ حکومت کی کسی ایجنسی کا کارنامہ تو نہیں؟

محمد اسحاق بھٹی

عبدالمنان وزیر آبادی سے۔ پھر دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین سے۔ اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں شیخ الہند مولانا محمود حسن سے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہاں انھوں نے حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور دارالعلوم دیوبند کے درس حدیث میں فرق و امتیاز کی نوعیت کو سمجھا اور درس و تدریس کے یہ دونوں مرکز جن خطوط پر چل رہے تھے، ان سے خوب استفادہ کیا۔ دیوبند سے فارغ ہو کر انھوں نے کانپور کا قصد کیا اور وہاں کے مدرسہ فیض عام میں مولانا احمد حسن مرحوم کے سامنے زانوئے شاگردی تہہ کیے۔ جو کتابیں وہ پہلے پڑھ چکے تھے، وہی کتابیں اس مدرسہ میں دوبارہ پڑھیں۔ مولانا امرتسری کے بقول ”مولانا احمد حسن مرحوم کو حدیث پڑھانے کا تازہ تازہ شوق پیدا ہوا تھا“۔ اور ”وہ ان کے درس حدیث میں شریک ہوئے“۔ مولانا امرتسری نے ان چاروں اساتذہ کرام سے سندیں لیں۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے کتب حدیث اور باقی نصاب کی تکمیل حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے کی۔ اس کے بعد عازم دہلی ہوئے اور حضرت میاں سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث کی سند لی۔

حضرت حافظ عبداللہ غازی پوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث اور دیگر علوم کی نصابی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھنے کے بعد حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی سے دوبارہ کتب حدیث پڑھیں۔

حضرت مولانا عبدالوہاب دہلوی نے یکے بعد دیگرے چار رفیع المنزلت محدثین سے علم حدیث پڑھا۔ سب سے پہلے ضلع فیروز پور کے مرکز تدریس لکھو کے میں حضرت حافظ محمد لکھوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کئی سال ان کے حلقہ شاگردی میں رہ کر کتب حدیث

جب ہم صحیح بخاری کا نام لیتے ہیں تو اس سے وہ صحیح بخاری مراد ہوتی ہے جو آج سے کم و بیش بارہ سو سال پہلے امام المحدثین، امیر المؤمنین فی الحدیث، قدوة الموحدين حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ سال کے طویل عرصے میں مرتب فرمائی اور جو نبی ﷺ کی سات ہزار دو سو پچھتر احادیث اور تین ہزار چار سو پچاس ابواب پر محیط ہے۔ یاد رہے اس اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے نام مبارک سے اڑھائی ہزار احادیث اور ڈیڑھ سو ابواب کا خلاصہ ہرگز مراد نہیں ہے۔

اصحاب حدیث اور ارشادات پیغمبر (ﷺ) سے محبت اور قلبی تعلق رکھنے والوں کے نزدیک یہ کتاب اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ ان میں سے بہت سے حضرات مختلف اوقات میں دو دو، تین تین اور چار چار جلد اساتذہ سے پڑھتے اور اس کے مطالب کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر دینی مدرسے میں یہ کتاب طلباء کو ایک سال میں پڑھائی جاتی ہے بلکہ بعض مدارس کے اساتذہ کرام اسے دو سال میں بھی پڑھاتے ہیں۔

حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم حضرت مولانا عبدالخالق سے بھی پڑھیں اور حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی سے بھی۔ اسی طرح انھوں نے صحاح کی دوسری کتابوں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مؤطا امام مالک) کا درس بعض دیگر اساتذہ سے بھی لیا اور حضرت شاہ محمد اسحاق سے بھی۔ یعنی حدیث کی وہ تمام کتابیں جو اس وقت مدارس میں پڑھائی جاتی تھیں، حضرت میاں صاحب نے ایک سے زیادہ اساتذہ سے کئی سال میں پڑھیں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے صحیح بخاری سمیت کتب حدیث اپنے عہد کے چار جلیل القدر اساتذہ سے پڑھیں۔ پہلے حضرت حافظ

اب بھی اللہ کے فضل سے الگ الگ وضاحت کر سکتا ہوں۔ نہایت تعجب کی بات ہے کہ دورِ گزشتہ کے تمام اساتذہ اور عالی قدر اسلاف کے طرزِ تدریس سے بالکل خلاف اب ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے، جس نے تدریس کے لیے صحیح بخاری کا زبدہ یعنی خلاصہ تیار کر لیا ہے جو دو ہزار سات سو باون احادیث اور ایک ہزار سات سو تریسٹھ ابواب پر مشتمل ہے اور فرمایا گیا ہے کہ یہ زبدہ درسی بخاری سے کئی گنا زیادہ بہتر نتائج پیدا کرنے کے لیے مرتب کیا گیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ وہ صحیح بخاری ہے جو تین مہینے میں طلباء کو پڑھائی جائے گی۔ تین مہینے میں بغدادی قاعدہ نہیں پڑھا جاتا، لیکن یہ حضرات پوری صحیح بخاری پڑھا دیں گے۔ ”صحیح بخاری“ تو میں لکھ رہا ہوں، زبدیوں کی طرف سے اخبار ”الاعتصام“ اور اخبار ”اہل حدیث“ میں ”زبدۃ البخاری“ کے نام سے جو اشتہار شائع ہوا ہے، اس میں ”صحیح بخاری“ نہیں لکھا گیا۔ ”درسی بخاری“ لکھا گیا ہے۔

”زبدہ“ کے لفظی معنی ہیں عمدہ، بہتر، منتخب، چیدہ، افضل..... ”زبدۃ البخاری“ کے معنی یہ ہوئے کہ اس میں صحیح بخاری کی وہ حدیثیں درج کی گئی ہیں جو بہتر، عمدہ اور افضل ہیں اور وہ ہیں دو ہزار سات سو باون حدیثیں۔ سوال یہ ہے کہ باقی حدیثیں کیسی ہیں؟ کیا وہ زبدیوں کے خیال میں (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) عمدگی اور افضلیت اور بہتری کے دائرے میں نہیں آتیں؟ کیا وہ یوں ہی امام بخاری نے اپنی کتاب میں لکھ دی ہیں؟ اور بغیر سوچے سمجھے بارہ سو سال سے اصحاب الحدیث اسے پڑھ اور پڑھا رہے ہیں اور محدثین اس کی شرحیں لکھ رہے ہیں؟ کاش ہمارے اسلاف اور قدیم اساتذہ کرام آج زندہ ہوتے اور انھیں پتا چلتا کہ وہ طلباء کو ایک ایک سال اور دو دو سال میں صحیح بخاری پڑھا کر اپنا وقت بھی ضائع کرتے رہے اور طلباء کا بھی۔ ان اساتذہ میں سے بعض اساتذہ نے پچاس سال بخاری شریف پڑھائی۔ اگر ان کے زمانے میں زبدہ ایجاد ہوا ہوتا تو ایک سال میں ایک مرتبہ صحیح بخاری پڑھانے کے بجائے، سال میں چار مرتبہ پڑھائی ہوتی اور پچاس کی تعداد چار سو تک پہنچ جاتی۔

پڑھیں۔ پھر امرتسر کو شدّ رحال کیا اور حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ فضیلت میں پہنچے۔ وہاں علوم حدیث کی تحصیل کی۔ وہاں سے دہلی کو روانہ ہوئے اور حضرت میاں سید نذیر حسین سے تفسیر و حدیث اور دیگر علوم میں استفادہ کیا اور مستحقّ سند قرار پائے۔ بعد ازاں حضرت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید مولانا منصور الرحمن کے باب تحقیق پر دستک دی اور علوم حدیث میں ان سے فیض یاب ہوئے۔

حضرت مولانا محمد علی لکھوی نے بھی صحیح بخاری اور بعض دوسری کتابیں دو اساتذہ سے دو مرتبہ پڑھیں۔ پہلے وزیر آباد میں حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی سے، پھر امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی سے!

استاذِ مکرم حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے حدیث کی کتابیں تین علما عظام سے پڑھیں۔ وہ تھے حضرت مولانا شرف الدین دہلوی، حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی اور حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی۔

میں نے صرف ان چند بزرگانِ ذی شان کے اسمائے گرامی لکھے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے حضرات کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ انھوں نے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور بعض دیگر کتب حدیث الگ الگ اساتذہ سے پڑھیں۔

اما بنعمة ربك فحدث پر عمل کرتے ہوئے اس محفل خیر و صلاح میں اپنا نام بھی شامل کر لیا جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ اس فقیر نے سب سے پہلے صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا امام مالک فیروزپور میں حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے پڑھیں۔ پھر انہی کے حکم سے گوجراں والا میں حضرت حافظ محمد گوندلوی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کی خدمت میں حاضری دی۔ حضرت حافظ صاحب سے صحیح بخاری اور حضرت مولانا سلفی سے دوسری کتابیں دوبارہ پڑھیں۔ بالعموم ہر استاذ کا طریق تدریس الگ الگ ہوتا ہے۔ اس فقیر نے جن عالی مرتبت اساتذہ سے جو فیض حاصل کیا، اس کی



جامعہ اسلامیہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا ہے۔ سیالکوٹ کی جامعہ رحمانیہ کا اجرا مولانا محمد علی جانباز کی کوشش سے ہوا تھا، اس کے ناظم اور مہتمم ان کے صاحب زادے مولانا عبدالحنان ہیں۔ جامعہ کمالیہ راجوال کے بانی اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف ہیں، جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کائن کی زمام انتظام مولانا عبدالقادر ندوی کے ہاتھ میں اور اوڈاں والا کے دارالعلوم تقویۃ الاسلام کا اہتمام حافظ محمد امین کے دستِ بابرکت میں ہے۔ قیام پاکستان کے بعد لائل پور (فیصل آباد) میں پہلا مدرسہ دارالقرآن والحدیث کے نام سے حضرت مولانا عبداللہ دیروالوی نے جاری کیا تھا، اس کے منتظم یا مدرس مولانا محمد سعید چینیوٹی ہیں۔ اوکاڑہ کے دارالقرآن والحدیث کے شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید راشد ہزاروی ہیں، مرکز الدعوة السلفیہ ستیانہ بنگلہ کے شیخ الحدیث مولانا عبداللہ امجد اور ناظم مولانا عتیق اللہ ہیں۔ کراچی کی جامعہ ستاریہ کے کلی انتظامات مولانا عبدالرحمن کے مبارک ہاتھوں میں ہیں۔ جامعہ علوم اثریہ جہلم کے منتظم اعلیٰ حافظ عبدالحمید عامر اور دارالحدیث محمدیہ جلال پور پیر والا کے مہتمم اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد رفیق اثری ہیں۔ جامعہ ابوبکر اسلامیہ کراچی کا اجرا پروفیسر ڈاکٹر ظفر اللہ چودھری کی تگ و دو سے ہوا، اس کے اصل ذمہ دار اب ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا اور مولانا عائشہ محمد ہیں۔ خان پور کی جامعہ محمدیہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث قاری عبدالوکیل صدیقی ہیں۔ ان کو اور ان کے علاوہ ملک کی دیگر تمام جامعات و مدارس کے ارباب اہتمام کو مرثدہ ہو کہ زبدۃ البخاری ایجاد ہو گیا ہے اور تین مہینے میں ادھر قاعدہ بغدادی ختم ہوگا اور ادھر ”درسی بخاری سے کئی گنا زیادہ بہتر نتائج پیدا کرنے“ والا زبدۃ البخاری ختم ہو جائے گا اور اس کا سند یافتہ عالم فاضل کہلائے گا، جسے نہ کوئی کسی مدرسے میں تدریس کے لیے رکھے گا اور نہ اسے کسی مسجد کا امام یا خطیب مقرر کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اس نے ”وقت بچاؤ“ کتابیں پڑھی ہیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر زبدیہ اپنے الگ مدرسے جاری فرمائیں گے، جن میں ”وقت بچاؤ“ نصاب پڑھایا جائے گا۔

آج کے شیوخ الحدیث کو مبارک ہو، وہ ترقی یافتہ دور میں رہ رہے ہیں، ان کی خوش قسمتی سے زبدہ عالم وجود میں آ گیا ہے، وہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور ایک سال کا کام تین مہینوں میں کریں۔ زبدے خریدیں اور ”پیسے کماؤ، علم گھٹاؤ“ مہم میں زبديوں سے تعاون کریں۔ اب صحاح ستہ کی جگہ زبدات ستہ چلیں گے اور رواہ البخاری کی جگہ رواہ زبدۃ البخاری لکھا جائے گا۔ اگر صحیح بخاری کی احادیث کی طرح حدیث کی ہر کتاب کے زبدے میں حدیثیں کم ہوتی گئیں تو ابن ماجہ کے زبدے کے حصے میں تو میرا خیال ہے بڑی مشکل سے سو حدیثیں آئیں گی۔ پھر یہ سلسلہ آگے بڑھتا گیا تو بلوغ المرام کے حصے میں کچھ بھی نہیں آئے گا۔

متحدہ پنجاب میں اہل حدیث کا سب سے پہلا مدرسہ آج سے پونے دو سو سال قبل 1840ء میں موضع لکھو کے ضلع فیروز پور میں حضرت حافظ محمد لکھوی اور ان کے والد مکرم حافظ بابر اللہ لکھوی نے جاری کیا تھا، جو قیام پاکستان کے بعد جامعہ محمدیہ کے نام سے اوکاڑہ میں منتقل ہوا، اس کے شیخ الحدیث ہمارے دوست مولانا حافظ عبدالغفار اعوان ہیں۔ 1914ء میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی نے روپڑ میں دینی مدرسے کا اجرا فرمایا تھا۔ قیام پاکستان کے نتیجے میں یہ مدرسہ لاہور میں جامعہ قدس کے نام سے جاری ہوا۔ اب اس کے مہتمم مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی اور مولانا حافظ عبدالوہاب روپڑی ہیں۔ لاہور ہی میں مولانا حافظ عبدالرحمن مدنی کی نظامت میں جامعہ رحمانیہ جاری ہے اور اسی شہر میں میاں محمد جمیل کی جامعہ ابوہریرہ ہے۔ فیصل آباد میں جامعہ سلفیہ 1955ء سے قائم ہے، جس کے پرنسپل چودھری محمد یاسین ظفر، شیخ الحدیث حافظ عبدالعزیز علوی اور صدر میاں نعیم الرحمن طاہر ہیں۔ گوجران والا کی جامعہ محمدیہ کے شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی ہیں، جامعہ اسلامیہ بھی اسی شہر میں ہے، اس کے شیخ الحدیث غالباً مولانا محمد اعظم ہیں اور اسی مشہور شہر میں ہمارے دوست چودھری محمد بشیر ایڈووکیٹ کے بھانجے اور حضرت الاستاذ مولانا محمد اسماعیل سلفی کے قابلِ احترام پوتے حافظ محمد اسعد محمود سلفی کی نگرانی میں

سرکاری تعلیم کو اسی طرح رہنے دیا جائے اور دینی تعلیم کو کسی نہ کسی انداز میں نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے؟ میرے خیال میں اس میں کوئی ہاتھ ضرور ملوث ہے۔ حدیث اور کتب حدیث سے محبت رکھنے والا تو کوئی شخص یہ حرکت نہیں کر سکتا۔



### ضروری اعلان

قارئین الاعتصام کے لیے خوشخبری ہے کہ روزمرہ کے مسائل و احکام جاننے کے لیے اپنے مسائل بذریعہ ڈاک دفتر الاعتصام میں ارسال فرمائیں۔ مقامی حضرات بالمشافہ ملاقات کے لیے دفتر تشریف لانا چاہیں تو حضرت مولانا مفتی عبید اللہ عقیف رحمۃ اللہ علیہ (مفتی جماعت اہل حدیث پاکستان) بروز منگل بعد ظہر دفتر الاعتصام میں تشریف لایا کریں گے۔ ان شاء اللہ

ٹیلی فون یا موبائل پر جوابات سے معذرت۔ امید ہے قارئین تعاون فرمائیں گے۔ [ادارہ]

اختتام صحیح بخاری کے مواقع پر آخری حدیث پر تقریریں کرنے والے شیوخ الحدیث اور محققین پھولے نہ سماتے ہوں گے کہ وہ ہر تین مہینے کے بعد جامعات و مدارس میں ختم زبدۃ البخاری کی مبارک تقریب میں اپنے ارشادات عالیہ سے اساتذہ و طلباء اور میرے جیسے حاضرین کو مستفید فرمایا کریں گے۔ یہ معلوم نہیں کہ زبدۃ البخاری کی آخری حدیث کون سی ہوگی۔

پاکستان کی بعض حکومتیں کئی سال سے دینی مدارس کی اہمیت ختم کرنے کی کوشش کر رہی تھیں، لیکن نہیں کر سکیں۔ اب حکومت کی جگہ زبدیہ میدان میں آگئے ہیں۔ یہ مدارس کے شیوخ الحدیث اور ارباب اہتمام کا امتحان ہے۔ دیکھتے ہیں، اس امتحان میں کون کامیاب ہوتا ہے۔ اصحاب مدارس یا زبدہ بنانے والے زابدین۔ اسے آپ نواب دین کی طرح زاب دین بھی کہہ سکتے ہیں۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرکاری تعلیم گاہوں میں سولہ سال میں سولہ جماعتیں پڑھائی جاتی ہیں اور پھر ایم اے کی ڈگری دی جاتی ہے۔ زبدیوں نے اس کے خلاف مہم کیوں نہیں چلائی؟ کیا یہ وقت کا ضیاع نہیں؟ کیا یہ حکومت کی کسی ایجنسی کا کارنامہ تو نہیں کہ

### انتقال پر ملال

محترم حافظ احمد شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ کچھ عرصہ علالت کے بعد بہ قضاۃ الہی ۲۲ جنوری ۲۰۱۱ء بروز ہفتہ بعد نماز فجر وفات پا گئیں۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ کثرت سے تلاوت قرآن کرنے والی خاتون تھیں۔ انہوں نے اہل علاقہ کی خواتین اور بچیوں کو ترجمہ قرآن کریم اور عقیدہ صحیحہ کی تعلیم سے فیض یاب کیا۔ خواتین کی دینی و اصلاحی تربیت کے حوالے سے ان کی بڑی طویل اور مؤثر خدمات ہیں۔

مرحومہ ایک عرصے سے علیل تھیں۔ علاج معالجہ جاری تھا کہ وقت موعود آ گیا اور اپنے اللہ کے جوار رحمت میں چلی گئیں۔ نماز جنازہ محترم حافظ احمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی پڑھائی۔ جنازہ ایک تاریخی نوعیت کا تھا۔ لاہور، فیصل آباد، گوجراں والا، وزیر آباد، منڈی بہاؤ الدین، اوکاڑا، قصور، حافظ آباد و قرب و جوار سے سیکڑوں احباب جماعت، شیوخ الحدیث، علمائے کرام، طلبائے علوم اسلامیہ اور عزیز واقارب شریک ہوئے۔ جمعیت المناہل الخیریت گوجراں والا، جامعہ سلفیہ فیصل آباد، جامعہ ابن تیمیہ، جامعہ اہل حدیث چوک داگراں اور جامعہ محمدیہ لوکوور کشاپ لاہور کے خصوصی وفد بھی جنازے میں شریک ہوئے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ بھی مرحومہ کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے دعا فرمائیں۔ اللہ کریم سے ہم بھی دعا گو ہیں کہ وہ مرحومہ کی بشری خطائیں معاف فرما کر انہیں اعلیٰ علیین میں مقام رفیع سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین۔ (کارکنان الاعتصام)



مکاتیب

مشاہیر نامہ

## بنام مولانا عبدالغفار حسن

☆.....(۱).....☆

۱۰۰۳۵۸

مکرمی و محترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

امید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ چند باتیں عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ آپ کی کتاب ”انتخاب حدیث“ کئی ماہ سے ختم ہو چکی ہے۔ طبع ثانی سے پہلے ضرورت تھی کہ آپ اس کی عربی عبارات کے اعراب و املاء کی اغلاط درست فرما دیتے۔ جہاں صرف ترجمہ پر اکتفا کیا گیا ہے وہاں تشریحات کا اضافہ فرما دیتے اور جہاں تشریحات میں تشکیکی محسوس ہوتی ہے وہاں تشکیکی دور کر دیتے۔ غالباً چند ماہ قبل محترم عبدالوحید خان صاحب نے آپ کو اس طرف توجہ بھی دلائی تھی لیکن شاید مصروفیات کی وجہ سے آپ بھول گئے ہیں۔

اب چوں کہ اس کی اشاعت کی ضرورت زیادہ شدید ہو گئی ہے اس لیے آج آپ کی طرف رجوع کر رہا ہوں۔ اگر آپ کچھ وقت نکال کر کتاب پر نظر ثانی فرما دیں تو نوازش ہوگی اور اگر آپ وقت نہ نکال سکیں تو تحریر فرمائیں کیا ہم از خود نظر ثانی کروا کر اس کی اشاعت کا انتظام کریں؟ اس صورت میں نظر ثانی کے لیے آپ کی اجازت ضروری ہے۔

اگر آپ فرصت نکال لیں..... جیسا کہ مجھے امید ہے..... تو آپ نظر ثانی کے دوران مندرجہ بالا امور کو ضرور نگاہ میں رکھیے۔ والسلام

آپ کا خادم

محمد نصر اللہ خاں

ناظم مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی، پاکستان

☆.....(۲).....☆

احمد یار حافظ

جامعہ پنجاب۔ لاہور (پاکستان)

۵۲۶۱

محترم و مکرم بندہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

ہمارے کالج میں ۱۰ تا ۲۰ مارچ ”طباعت قرآن کریم کی نمائش“ منعقد ہو رہی ہے۔ آپ کے پاس بھی حصول مصاحف کے لیے ایک درخواست بھیجی تھی مگر تاحال جواب سے محروم رہے۔

ازراہ نوازش اپنے نوادرات (صرف مطبوعہ مصاحف۔ قلمی نہیں) سے آگاہ فرمائیں۔ کم از کم رنگ کا نگ والے نسخے کا تو مجھے علم ہے۔ شاید کچھ اور بھی ہوں۔

جو نسخے بھی آپ مہیا فرما سکیں یا اپنے کسی دوست سے حاصل کر کے دے سکیں وہ ہمیں ۱۰ مارچ تک پہنچ جانے چاہئیں۔ نسخوں کے آنے

جانے کا خرچ اور حفاظت کی ذمہ داری تا امکان بشری ہم قبول کرتے ہیں۔ جواب جلد عطا فرمائیں۔ گھر میں ہر طرح خیریت ہے۔ امید ہے آپ بھی مع اہل و عیال خیریت سے ہی ہوں گے۔

والسلام

احمد یار حافظ

☆.....(۳).....☆

۲۹.۳.۷۶

محترم و مکرم جناب مولانا عبدالغفار حسن زیدت معالیکم  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرصہ دراز سے نہ خیریت معلوم ہو سکی اور نہ شرف ملاقات حاصل ہو سکا۔ آپ کئی دفعہ پاکستان تشریف لائے مگر ملاقات نہ ہو سکی۔  
①..... ایک ضروری گزارش ہے کہ ہمارے اخباروں میں شاہ فیصل مرحوم کا جب ذکر خیر اچھے انداز میں ہوتا ہے اور مختلف مقالات ان کی برسی پر لکھے گئے تو ساتھ ہی ان کے برادر بزرگ شاہ سعود اور والد مکرم شاہ ابن سعود رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھونڈے انداز میں کیا جاتا رہا یہ کہ وہ لوگ سینکڑوں بیویاں رکھتے تھے مگر شاہ فیصل اس لحاظ سے بالکل صاف تھے۔ اس سے قبل برسہا برس پہلے بھی اس قسم کا پروپیگنڈہ ہوتا تھا جسے ہم مغربی پریس کی شرارت سمجھا کرتے تھے۔ مگر اب جب کہ شاہ فیصل مرحوم کا ذکر والہانہ انداز میں ہوتا رہا ہے تو اس کا کیا جوڑ ہے کہ ان کے بزرگوں اور خاندان کا ذکر بھونڈے انداز میں کیا جاتا رہا خاص طور پر مذکورہ بات کا ذکر اکثر پڑھنے میں آیا اور اس سے قبل بھی آتا رہا مگر اس کا جواب کبھی نظر سے نہ گزرا۔ یہ خاموش کیوں ہیں؟ براہ کرم اس سلسلے میں تحقیق فرما کر جواباً مطلع و شرف کریں کہ یہ کیا معاملہ ہے واقعی شاہ سعود اور ان کے والد بزرگ مرحوم سینکڑوں بیویاں رکھتے تھے (کیا ان کی بے شمار لونڈیاں تھیں جن کا ذکر سینکڑوں سے کیا جاتا ہے)۔ ہم اس کا ازالہ مضمون لکھ کر اخبارات میں شائع کرا کر کرنا چاہتے ہیں براہ کرم جواب سے ضرور نوازیں۔

⑤..... کیا آپ کے یہاں ایسے حضرات کے لیے بھی موقع مل سکتا ہے؟ جو تعلیمی لحاظ سے بی اے (درجہ اول) ایم اے اسلامیات درجہ اول اور فاضل عربی ہوں تدریس صرف ایک سال ہو اور ان کو مدینہ یونیورسٹی سے سند حاصل ہو سکے۔ امید ہے کہ آپ اس کے متعلق بھی جواب دیں گے میں اپنے لڑکے عزیزم مولوی عبدالحکیم سیف جن کی لیاقت حسب بالا ہے آپ کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں ان کی عمر اس وقت ۳۳، ۳۴ سال ہے۔

باقی میں علیل سارہتا ہوں دعائے خیر میں شامل رکھیں۔ مدرسہ محمد اللہ اچھا چل رہا ہے۔ فاضل عربی تک تعلیم جاری ہے۔ حفظ و تجوید کا شعبہ بھی ہے۔ ہر طرح خیریت ہے۔ امید ہے کہ آپ مع احباء و اعزہ و تقاء بخیر و عافیت ہوں گے۔

والسلام

المخلص

عبدالقدوس گورگانوی ناظم دارالحدیث محمدیہ کوٹ رادھا کشن

نوٹ: حضرت نائب المدیر الجامعۃ الاسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) الشیخ عبدالعزیز بن باز مدظلہم العالی کی خدمت میں ہدیہ سلام پیش فرمادیں۔

28 جنوری 2011ء (138) 23 صفر المظفر 1432 ہجری

بقیہ: مرزا قادیانی مہدی موعود کیوں نہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام دمشق کی جامع مسجد کے مینار پر نزول ہوگا تو اُس دن فجر کی امامت امام مہدی ہی کرائیں گے۔

نماز کی امامت اور جہاد کی قیادت دور کی بات ہے مرزا قادیانی کو شام جانے کا موقع ہی نہیں ملا۔

اہل سنت نے مدلل انداز میں رد کیا تو مرزا نے پیتر ابدلا جو شیعوں کا مہدی کے بارے تصور تھا وہ مہدی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ شیعوں نے بھی مرزا کو قبول نہیں کیا چوں کہ اُن کے نزدیک مہدی حاکم عادل بن کر آئیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق جنہوں نے غضب کیا تھا اُن کی قبروں سے نکال کر سزا دیں گے۔ نبی کریم ﷺ کسی مصلحت کے تحت جن پر حد جاری نہ کر سکے اُن کو قبر سے نکال کر حد جاری کریں گے۔ چوں کہ مرزا کو مدینہ منورہ کی ہوا بھی نصیب نہ ہوئی۔ اُس کے ہاتھوں میں علی کا تفسیر قرآن بھی نہ تھا۔ اس لیے شیعوں نے بھی مخالفت کی۔

ہندوؤں کے عقیدہ تناخ کے معنی ہیں گناہوں اور نیکیوں کی بدولت بار بار جنم لینا اور مرنا ہے۔ مرزا قادیانی نے بھی جنم لینے اور مثل بننے میں حد کر دی۔ آپ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں مسیح موعود کے عنوان کا اشاریہ پر نظر ڈالیں جہاں مرزا دعویٰ کرتا جاتا ہے کہ اُس کا نام آدم، ابراہیم، داؤد، محمد، مریم، عیسیٰ، احمد، سلیمان، موسیٰ، نوح، یعقوب، یوسف علیہ السلام ہے۔ مزید برآں ابوبکر و القرین رضی اللہ عنہما اور عبدالقادر جیلانی کا مثل کہا گیا۔ مرزا نے صاف لکھا ہے کہ اُس کی فطرت میں ہر نبی کے حالات کا نقش ہے۔ مرزا نے اپنے بارے کہا کہ وہ کرشن بھی ہے۔ مرزا نے ہندوؤں کے عقیدہ تناخ کو مات کر دیا۔ بیک وقت ان گنت بزرگوں کا نام لے کر وضاحت کرتا رہا کہ میں وہی ہوں۔ یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں وہ کون سی ہستی رہ گئی جس کی مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

شافقین علم کے لیے عظیم خوشخبری... شرکیہ عقائد، بدعی رسومات اور بدعت و تقلید کی تردید میں لا جواب کتاب

ملنے کا پتہ

مکتبہ اسلامیہ، اردو بازار لاہور: 0300-8661763  
کتاب سرائے، اردو بازار لاہور: 0321-4163595  
مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور: 0423-7351124  
مکتبہ سلفیہ، اردو بازار لاہور: 0423-7361505  
الحریم پبلیکیشنز، کراچی: 0333-3030804  
مکتبہ دارالاحسن، کراچی: 0333-3738795  
دارال فکر الاسلامی، واہ کینٹ: 0321-5216287  
مکتبہ نعمانیہ، گوجرانوالہ: 0321-7475072

# الاضلاع

تالیف: امام العصر حضرت حافظ محمد مٹ گوندلوی

فیضانِ حنفیہ  
فیضانِ حنفیہ  
فیضانِ حنفیہ  
فیضانِ حنفیہ  
فیضانِ حنفیہ  
فیضانِ حنفیہ  
فیضانِ حنفیہ  
فیضانِ حنفیہ  
فیضانِ حنفیہ  
فیضانِ حنفیہ

مرکزِ امت اسلامیہ  
مرکزِ امت اسلامیہ  
مرکزِ امت اسلامیہ  
مرکزِ امت اسلامیہ  
مرکزِ امت اسلامیہ  
مرکزِ امت اسلامیہ  
مرکزِ امت اسلامیہ  
مرکزِ امت اسلامیہ  
مرکزِ امت اسلامیہ  
مرکزِ امت اسلامیہ

• مجلد • 576 صفحات • عمدہ کاغذ • اعلیٰ طباعتی معیار

إرشاد القاری إلى نقد فیض الباری (تالیف: محدث العصر حافظ محمد گوندلوی و فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالمنان نور پوری) کی مکمل چار جلدیں دستیاب ہیں۔

ناشر: ام القری پبلی کیشنز سیاحوت روڈ فتومند گوجرانوالہ فون: 0321-6466422، 0333-8110896

28 جنوری 03 فروری 2011ء (140) 23 صفر المظفر 1432 ہجری

## یارب!

الہی طاقت ایمان پھر ہم کو عطا کر دے  
خداوند! ہمیں رازِ خودی سے آشنا کر دے

کبھی بادِ مخالف سے نہ دل برداشتہ ہوں ہم  
جو ٹکڑا جائے طوفانوں سے وہ ہمت عطا کر دے

گھری ہے کشتی اسلام طوفانوں کی گردش میں  
ہمیں پھر ناخدا فاروقِ اعظمؓ سا عطا کر دے

عطا کر حضرت صدیقؓ سا قلب و جگر ہم کو  
خدایا ہم کو تو عثمانؓ جیسا پارسا کر دے

بہار آئے الہی گلشنِ اسلام میں ایسی  
گل و بلبل کو جو یا رب خزاں نا آشنا کر دے

[مولانا محمد اودراز رحمہ اللہ]